نضر الله امرأ سمع منا حديثا فحفظه حتى يبلغه

شوال ۱۴۳۱ھ اکتوبر ۲۰۱۰ء

مدیر:
حافظ زبیر علی زئی

- کاغذی جماعتیں اور کاغذی اُمراء
- محدثین کے ابواب: پہلے اور بعد؟!
- زیارتِ روضۂ رسول ﷺ کی روایات اور اُن کی تحقیق
- کیا محدثین کرام رحمہم اللہ مقلد تھے؟
- اجماع، اجتہاد اور آثارِ سلف صالحین

حضرو، اٹک: پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ

ماہنامہ الحدیث حضرو

جلد: 7 | شوال ۱۴۳۱ھ اکتوبر ۲۰۱۰ء | شمارہ: 10

مدیر
حافظ زبیر علی زئی

معاونین
حافظ ندیم ظہیر
ابو خالد شاکر
محمد اعظم
ابو جابر عبداللہ دامانوی

قیمت
فی شمارہ : 20 روپے
سالانہ : 200 روپے
علاوہ محصول ڈاک
پاکستان: مع محصول ڈاک
300 روپے

خط کتابت
مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک

ناشر حافظ شیر محمد
0300-5288783

مقامِ اشاعت
مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک

برائے رابطہ
0302-5756937

اس شمارے میں

فقہ الحدیث حافظ زبیر علی زئی

کاغذی جماعتیں اور کاغذی اُمراء

۲۴۰) وعن عوف بن مالك الأشجعي قال قال رسول الله ﷺ :

((لا يقصّ إلا أمير أو مأمور أو مختال .)) رواه أبو داود .

اور (سیدنا) عوف بن مالک الاشجعی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قصے بیان نہیں کرتا مگر امیر (حاکم) یا مامور (جسے امیر نے حکم دیا ہو) یا متکبر۔

اسے ابوداود (۳۶۶۵) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند حسن ہے۔

اس روایت کی اور بھی کئی سندیں اور شواہد ہیں، جن کے ساتھ یہ صحیح لغیرہ ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: کہا جاتا ہے کہ لوگوں کے ساتھ کلام کرنے والے تین قسم کے لوگ ہیں:

مذکّر، واعظ اور قصہ گو۔

مذکّر وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی نعمتیں یاد دلائے اور مطالبہ کرے کہ اللہ کا شکر ادا کرو۔

واعظ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائے تا کہ وہ گناہوں سے بچ جائیں۔

قصہ گو وہ ہے جو لوگوں کے سامنے اسلاف کے قصے بیان کرے اور ان میں کمی بیشی کا خطرہ ہو۔ (معالم السنن للخطابی ج۴ ص۱۸۸، ملخصاً)

۲: روایتِ مذکورہ میں امیر سے مراد مسلمان حاکم اور صاحبِ اقتدار ہے۔

دیکھئے الکاشف عن حقائق السنن یعنی شرح الطیبی (۴۳۷/۱) اور مرقاۃ المفاتیح (۵۰۲/۱)

عون المعبود میں ہے: ''إلا أمير أي حاكم'' سوائے امیر کے یعنی حاکم کے۔ (۳۶۲/۳)

معلوم ہوا کہ اس حدیث میں کاغذی جماعتوں کے کاغذی اور خودساختہ امیر مراد نہیں ہیں بلکہ شرعی حاکم صاحبِ اقتدار اور خلیفہ مراد ہے۔

تکفیریوں خارجیوں کی ''جماعت المسلمین رجسٹرڈ'' ہو یا دیگر جماعتیں، یہ سب ''ولا تفرّقوا '' کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل اور غلط ہیں، لہٰذا ((فاعتزل تلك الفرق كلها)) کی رُو سے ان سے اجتناب ضروری ہے۔

۳: یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حدیث خطبے کے بارے میں ہے۔ (دیکھئے شرح السنہ ۱/۳۰۳ ح ۱۴۲)

۴: اس حدیث میں ''لا '' سے مراد ممانعت نہیں بلکہ نفیِ وقوع اور خبر ہے یعنی عام طور پر یہ کام یہی تین لوگ کرتے ہیں۔ دیکھئے شرح الطیبی (۱/۴۳۷)

۵: اس حدیث کا ایک حسن لذاتہ شاہد مسند احمد (۲/۱۷۸ ح ۶۶۶۱) میں ہے۔

۶: اگر خلیفہ یا مسلمان حاکم موجود نہ ہو تو پھر ''بلغوا عني و لو آية'' اور دیگر دلائل کی رُو سے صحیح العقیدہ اہلِ علم کے لئے خطبات اور وعظ و نصیحت جائز بلکہ بہتر ہے۔

۷: سنن ابی داود کی حدیثِ مذکور کے راوی عباد بن عباد الخواص ثقہ تھے۔

دیکھئے میری کتاب: نور العینین (ص ۳۳۸) نیز دیکھئے حدیث: ۲۴۱

۲۴۱) ورواه الدارمي عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده و في روايته بدل ((أو مختال .))

اور اسے دارمی (۲/۳۱۹ ح ۲۷۸۲) نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے بیان کیا اور ان کی روایت میں ''أو مختال '' کے بدلے میں [''أو مراء ''] ہے۔

تحقیق الحدیث: صحیح ہے۔

دارمی (۲۷۸۲) اور ابن ماجہ (۳۷۵۳) کی سند میں عبداللہ بن عامر الاسلمی ضعیف راوی ہے، لیکن عبدالرحمٰن بن حرملہ بن عمرو الاسلمی (صدوق حسن الحدیث، وثقہ الجمہور) نے اس کی متابعتِ تامہ کر رکھی ہے، یعنی یہی حدیث عمرو بن شعیب سے عن ابیہ عن جدہ کی سند سے روایت کی ہے۔ (دیکھئے مسند احمد ۲/۱۷۸، وسندہ حسن)

لہٰذا یہ روایت صحیح لغیرہ ہے۔ فقہ الحدیث کے لئے دیکھئے حدیث سابق: ۲۴۰

۲۴۲) وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ :

((من أفتي بغير علم كان إثمه علٰى من أفتاه ومن أشار علٰى أخيه بأمر يعلم أن الرشد في غيره فقد خانه .)) رواه أبو داود .

اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ اُس پر ہوگا جس نے فتویٰ دیا، اور جس نے اپنے بھائی کو ایسا مشورہ دیا، باوجودیکہ وہ جانتا تھا کہ خیر اور بھلائی دوسری طرف ہے تو اُس نے اپنے بھائی کے ساتھ خیانت کی۔ اسے ابوداود (۳۶۵۷) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند حسن ہے۔

اسے حاکم اور ذہبی دونوں نے شیخین (بخاری ومسلم) کی شرط پر صحیح کہا ہے۔!

فقہ الحدیث: ا: لوگوں کی دو قسمیں ہیں:

اول: وہ جو مسئلہ بتاتے ہیں یعنی علماء

دوم: وہ جو مسئلہ پوچھتے ہیں یعنی عوام

۲: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دلیل (مثلاً قرآن، حدیث اور اجماع) یا دلیل نہ ہونے کی صورت میں ذاتی اجتہاد (مثلاً آثارِ سلف صالحین سے استدلال، عموم سے استدلال، صحیح قیاس اور دیگر اجتہادی دلائل) کے بغیر فتویٰ دینا غلط اور ممنوع ہے۔

۳: غلط فتویٰ دینے والا گناہ گار ہے اور اس فتوے کا وبال اُسی پر ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**من أفتى بفتيا يعمى فيها فإنما إثمها عليه**'' جس نے ایسا فتویٰ دیا جس میں دھوکا دیا جاتا ہے تو اس کا گناہ اُس فتویٰ دینے والے پر ہے۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ۲/ ۱۳۲ ح ۸۵۹ وسندہ حسن، سنن الدارمی: ۱۶۲)

۴: بغیر علم کے فتویٰ دینا ممنوع ہے، جیسا کہ نمبر ۱ میں بیان کر دیا گیا ہے۔

۵: ہمیشہ کھلے دل سے بہترین مشورہ دینا چاہئے۔

۶: حق چھپانا حرام ہے۔

۷: مشورہ امانت ہے، لہٰذا جب کوئی مشورہ طلب کرے تو مفید مشورہ دینا چاہئے، غلط اور

خیر خواہی کے خلاف مشورہ دے کر خیانت کا مرتکب نہیں ہونا چاہئے۔

۲۴۳) وعن معاوية قال :إن النبي ﷺ نهى عن الأغلوطات .

رواه أبو داود .

اور (سیدنا) معاویہ (بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے غلط مسائل اور مغالطہ آمیز باتوں سے منع فرمایا ہے۔ اسے ابوداود (۳۶۵۶) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

عبداللہ بن سعد بن فروہ البجلی الدمشقی کو صرف ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا: ''یخطئ'' وہ غلطی کرتا تھا۔ (۳۹/۷)

مغلطائی حنفی نے بتایا کہ ساجی نے کہا: ''ضعفه أهل الشام فی الحديث'' اسے شامیوں نے حدیث میں ضعیف قرار دیا ہے۔ (اکمال مغلطائی ۲۷۵/۲ بحوالہ حاشیہ تہذیب الکمال ۱۴۷/۴)

یہ راوی مجہول الحال ہے، لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

۲۴۴) وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ : ((تعلموا الفرائض والقرآن وعلّموا الناس فإني مقبوض .)) رواه الترمذي .

اور (سیدنا) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرائض (وراثت) اور قرآن کا علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، کیونکہ میں وفات پانے والا ہوں۔ اسے ترمذی (۲۰۹۱) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: ضعیف روایت ہے۔

سنن ترمذی والی سند سخت ضعیف بلکہ موضوع ہے:

۱: ابوابراہیم محمد بن القاسم الاسدی الکوفی الشامی عرف کاؤ کے بارے میں حافظ ابن حجر نے کہا: ''كذبوه'' محدثین نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔ (تقریب التہذیب: ۶۲۲۹)

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ''یکذب ، أحاديثه موضوعة ، ليس بشئ'' وہ جھوٹ بولتا تھا، اس کی حدیثیں موضوع ہیں، وہ کوئی چیز نہیں ہے۔

(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ۳۰۰/۱ فقرہ ۱۸۱۳، دوسرا نسخہ ۱۷/۲ افقرہ ۱۸۹۹)

۲: فضل بن دلہم القصاب البصری الواسطی "لين ورمي بالاعتزال" یعنی وہ ضعیف تھا، محدثین نے اسے معتزلی قرار دیا۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۵۴۰۲)

اس کی دوسری سند میں سلیمان بن جابر اور اس کا شاگرد (رجل) دونوں مجہول ہیں۔

(دیکھئے تقریب التہذیب: ۲۵۴۱)

سنن ابن ماجہ (۲۷۱۹) وغیرہ میں اس روایت کے ضعیف شواہد بھی ہیں جن کے ساتھ یہ روایت ضعیف ہی ہے۔

۲۴۵) وعن أبي الدرداء قال: كنا مع رسول الله ﷺ فشخص ببصره إلى السماء ثم قال: ((هذا أوان يختلس فيه العلم من الناس حتى لا يقدروا منه على شئ .)) رواه الترمذي .

اور (سیدنا) ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی پھر فرمایا: یہ وقت ہے کہ لوگوں سے علم چھین لیا جائے گا حتیٰ کہ وہ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھ سکیں گے۔ اسے ترمذی (۲۶۵۳) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند حسن ہے۔

اسے حاکم (۹۹/۱ ح ۳۳۸) اور ذہبی دونوں نے صحیح قرار دیا اور اس کی دوسری سند مسند احمد (۲۶/۶۔۲۷) میں ہے، جسے ابن حبان (۱۱۵) حاکم (۹۸/۱۔۹۹ ح ۳۳۷) اور ذہبی تینوں نے صحیح قرار دیا ہے اور اس کی سند بھی حسن ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: اس حدیث میں نبی ﷺ کی وفات اور وحی کے اختتام کی طرف اشارہ ہے۔

۲: اُمت کے بعض حصے میں بدعات اور گمراہیاں پیدا ہوں گی، جن کے پھیلنے کا اصل سبب عدمِ علم اور جہالت ہوگی۔ أعاذنا الله منها

۳: قیامت سے پہلے جہالت کا دور دورہ ہوگا۔

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

محدثین کے ابواب: پہلے اور بعد؟!

سوال الیاس گھمن صاحب نے اپنی ایک تقریر میں کہا ہے کہ اہلحدیث جو ہیں وہ منسوخ روایات پر عمل کرتے ہیں اور ہم دیوبندی ناسخ روایات پر عمل کرتے ہیں۔

اور وہ ایک قاعدہ وقانون بتاتے ہیں کہ محدثین کرام رحمہم اللہ اجمعین اپنی احادیث کی کتابوں میں پہلے منسوخ روایات کو یا اعمال کو لائے ہیں پھر اُنھوں نے ناسخ روایات کو جمع کیا ہے۔

کیا واقعی یہ بات درست ہے؟ اور وہ مثال دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ محدثین نے اپنی کتابوں میں پہلے رفع یدین کرنے کی روایات ذکر کی ہیں پھر نہ کرنے کی روایات ذکر کی ہیں یعنی رفع الیدین منسوخ ہے اور رفع الیدین نہ کرنا ناسخ ہے، اسی طرح محدثین نے پہلے فاتحہ خلف الامام پڑھنے کی روایات ذکر کی ہیں پھر امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کی روایات ذکر کی ہیں، اہلِ حدیث منسوخ روایات پر عمل کرتے ہیں اور ہم ناسخ پر۔

کیا... الیاس گھمن صاحب نے جو قاعدہ وقانون بیان کیا ہے وہ واقعی محدثینِ جمہور کا قاعدہ ہے اور دیوبندیوں کا اس قانون پر عمل ہے اور اہل حدیث اس قانون کے مخالف ہیں؟ اس کی وضاحت فرمائیں۔ (خرم ارشاد محمدی۔ دولت نگر)

الجواب گھمن صاحب کی مذکورہ بات کئی وجہ سے غلط ہے، تاہم سب سے پہلے تبویبِ محدثین کے سلسلے میں دس (۱۰) حوالے پیشِ خدمت ہیں:

۱) امام ابوداود نے باب باندھا:

"**باب من لم یر الجھر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم**" (سنن ابی داود ص ۱۲۲، قبل ح ۷۸۲)

اس کے بعد امام ابوداود نے دوسرا باب باندھا:

"**باب من جھر بھا**" (سنن ابی داود ص ۱۲۲، قبل ح ۷۸۶)

یعنی امام ابوداود نے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم عدمِ جہر (سراً فی الصلوٰۃ) والا باب لکھا اور بعد میں بسم اللہ بالجہر والا باب باندھا تو کیا گھمن صاحب اور اُن کے ساتھی اس بات کے لئے تیار ہیں کہ سراً بسم اللہ کو منسوخ اور جہراً بسم اللہ کو ناسخ قرار دیں؟ اور اگر نہیں تو پھر اُن کا اُصول کہاں گیا؟!

تنبیہ: امام ترمذی نے بھی ترکِ جہر کا پہلے اور جہر کا باب بعد میں باندھا ہے۔
دیکھئے سنن الترمذی (ص ۶۷۔۶۸ قبل ح ۲۴۴، ۲۴۵)

۲) امام ترمذی رحمہ اللہ نے باب باندھا:

''باب ما جاء فی الوتر بثلاث'' (سنن الترمذی ص ۱۲۲، قبل ح ۴۵۹)

پھر بعد میں ''باب ما جاء فی الوتر بر کعۃ'' کا باب باندھا۔ (سنن الترمذی قبل ح ۴۶۱)

کیا گھمن صاحب اپنے خودساختہ قاعدے وقانون کی رُو سے تین وتر کو منسوخ اور ایک وتر کو ناسخ سمجھ کر ایک وتر پڑھنے کے قائل وفاعل ہوجائیں گے؟!

۳) امام ابن ماجہ نے پہلے خانہ کعبہ کی طرف پیشاب کرنے کی ممانعت والا باب باندھا:

''باب النھي عن استقبال القبلۃ بالغائط والبول'' (سنن ابن ماجہ ص ۴۸ قبل ح ۳۱۷)

اور بعد میں ''باب الرخصۃ في ذلک فی الکنیف وإباحتہ دون الصحاری''

یعنی صحراء کے بجائے بیت الخلاء میں قبلہ رخ ہونے کے جواز کا باب، باندھا۔

(سنن ابن ماجہ ص ۴۹ قبل ح ۳۲۲)

کیا گھمن صاحب! قبلہ رخ پیشاب کرنے کی ممانعت کو اپنے اصول کی وجہ سے منسوخ سمجھتے ہیں؟!

۴) امام نسائی نے رکوع میں ذکر (یعنی تسبیحات) کے کئی باب باندھے۔ مثلاً:

''باب الذکر فی الرکوع'' (سنن النسائی ص ۱۴۴، قبل ح ۱۰۴۷)

اور بعد میں باب باندھا: ''باب الرخصۃ فی ترک الذکر فی الرکوع''

(سنن النسائی ص ۱۴۵، قبل ح ۱۰۵۴)

کیا گھمنی قاعدے کی رُو سے رکوع کی تسبیحات پڑھنا بھی منسوخ ہے؟!

۵) امام ابن ابی شیبہ نے نماز میں ہاتھ باندھنے کا باب درج ذیل الفاظ میں لکھا:

''وضع الیمین علی الشمال'' (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۹۰ قبل ح ۳۹۳۳)

اور بعد میں ''من کان یرسل یدیہ فی الصلوۃ'' یعنی نماز میں ہاتھ چھوڑنے کا باب باندھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۱ قبل ح ۳۹۴۹)

ان دونوں بابوں میں سے کون سا باب گھمن صاحب کے نزدیک منسوخ ہے؟ پہلا یا بعد والا؟ کیا خیال ہے، اب دیوبندی حضرات ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھا کریں گے یا پھر الیاس گھمن صاحب کے اصول کو ہی دریا میں پھینک دیں گے؟!

۶) امام نسائی نے نمازِ عصر کے بعد نوافل پڑھنے سے منع والا باب باندھا:

''النھی عن الصلاۃ بعد العصر'' (سنن النسائی ص ۷۸ قبل ح ۵۶۷)

اور بعد میں ''الرخصۃ فی الصلاۃ بعد العصر''

یعنی عصر کے بعد نماز (نوافل) کی اجازت، کا باب باندھا۔ (سنن النسائی ص ۷۹ قبل ح ۵۷۴)

کیا گھمن صاحب کے اصول سے نمازِ عصر کے بعد نوافل پڑھنے سے ممانعت والی حدیث منسوخ ہے؟!

۷) امام ابوداود نے تین تین دفعہ اعضائے وضوء دھونے کا باب باندھا:

''باب الوضوء ثلاثًا ثلاثًا'' (سنن ابی داود ص ۲۹ قبل ح ۱۳۵)

اور بعد میں ایک دفعہ اعضائے وضوء دھونے کا باب باندھا:

''باب الوضوء مرۃ مرۃ'' (سنن ابی داود ص ۳۰ قبل ح ۱۳۸)

کیا وضوء کرتے وقت تین تین دفعہ اعضائے وضوء دھونا منسوخ ہے؟ اگر نہیں تو پھر گھمن صاحب کا قاعدہ کہاں گیا؟!

۸) امام نسائی نے سجدوں کی دعا (تسبیحات) کے کئی باب باندھے۔ مثلاً:

''عدد التسبیح فی السجود'' (سنن النسائی ص ۱۵۷، قبل ح ۱۱۳۶)

اور بعد میں ''باب الرخصة فی ترك الذکر فی السجود ''یعنی سجدوں میں ترکِ ذکر (ترکِ تسبیحات) کی رخصت (اجازت) کا باب۔ (سنن النسائی ص ۱۵۷، قبل ح ۱۳۷)

کیا گھمنی قاعدے وقانون کی رُو سے سجدوں کی تسبیحات بھی منسوخ ہیں؟!

۹) امام ابن ابی شیبہ نے ''من قال: لا جمعة ولا تشریق إلا في مصر جامع '' کا باب باندھ کر وہ روایات پیش کیں، جن سے بعض لوگ یہ استدلال کرتے ہیں کہ گاؤں میں جمعہ نہیں پڑھنا چاہئے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۱۰۱/۲، قبل ح ۵۰۵۹)

اور انھوں نے بعد میں ''من کان یری الجمعة فی القری وغیرھا ''جو شخص گاؤں وغیرہ میں جمعہ کا قائل ہے، کا باب باندھ کر وہ صحیح روایات پیش کیں، جن سے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۰۱۔۱۰۲، قبل ح ۵۰۶۸)

کیا گھمن صاحب اور اُن کے ساتھی اپنے نرالے قاعدے کی ''لاج'' رکھتے ہوئے گاؤں میں نمازِ جمعہ کی مخالف تمام روایات کو منسوخ سمجھتے ہیں؟! اگر نہیں تو کیوں اور اُن کا قاعدہ کہاں گیا؟

۱۰) امام ابن ابی شیبہ نے نمازِ جنازہ میں چار تکبیروں کا باب باندھا: ''ما قالوا فی التکبیر علی الجنازة من کبّر أربعًا '' (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۹۹/۳ قبل ح ۱۱۴۱۶)

اور اس کے فوراً بعد پانچ تکبیروں کا باب باندھا:

''من کان یکبّر علی الجنازة خمسًا '' (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۰۲/۳ قبل ح ۱۱۴۴۷)

کیا گھمن صاحب کی پارٹی میں کسی ایک آدمی میں بھی یہ جرأت ہے کہ وہ اپنے اس گھمنی قاعدے، قانون اور اصول کی لاج رکھتے ہوئے جنازے کی چار تکبیروں کو منسوخ اور پانچ کو ناسخ کہہ دے؟!

اس طرح کی اور بھی کئی مثالیں ہیں۔ مثلاً امام نسائی نے ایک باب میں: سجدہ کرنے سے پہلے گھٹنے زمین پر لگانے والی (ضعیف) حدیث لکھی اور پھر اس کے فوراً بعد دو حدیثیں لکھیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلے دونوں ہاتھ لگائے جائیں۔

دیکھئے سنن النسائی (ص ۱۵۰۔۱۵۱، قبل ح ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲)

امام ابوداود نے آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کے ترک کا باب پہلے باندھا ہے اور پھر دوسرے باب میں آگ پر پکا ہوا کھانا کھانے سے وضوء ٹوٹنے کی حدیثیں لائے ہیں۔ (دیکھئے سنن ابی داود ح ۱۸۷۔۱۹۳، اور ح ۱۹۴۔۱۹۵)

معلوم ہوا کہ گھمن صاحب کا مزعومہ قاعدہ، قانون اور اصول باطل ہے، جس کی تردید کے لئے ہمارے مذکورہ حوالے ہی کافی ہیں اور دیوبندی حضرات میں سے کوئی بھی اس اصول کو من وعن تسلیم کر کے دوسرے ابواب والی مذکورہ روایات کو منسوخ نہیں سمجھتا، لہٰذا اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت کے خلاف یہ خودساختہ قاعدہ واصول پیش کر کے پروپیگنڈا کرنا غلط اور مردود ہے۔ بطورِ لطیفہ اور بطورِ عبرت ونصیحت عرض ہے کہ نیموی حنفی صاحب نے مسجد میں دوسری نماز باجماعت کے مکروہ ہونے کا باب باندھا: **''باب ما استدل به علیٰ کراهة تکرار الجماعة في مسجد''** (آثار السنن قبل ح ۵۲۶)

اور اس کے فوراً بعد دوسری جماعت کرانے کے جواز کا باب باندھا:

''باب ما جاء فی جواز تکرار الجماعة في مسجد'' (آثار السنن قبل ح ۵۲۷)

کیا یہاں بھی گھمن صاحب اور آلِ گھمن جماعتِ ثانیہ کی تکرار کے بارے میں دعویٰ کراہت منسوخ اور جواز کو ناسخ سمجھ کر جائز ہونے کا فتویٰ دیں گے۔؟!

ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہئے کہ ایک اصول و قاعدہ خود بنا کر پھر خود ہی اُسے توڑ دیا جائے، پاش پاش کر دیا جائے بلکہ ھَبَآءً مَّنْثُوْرًا بنا کر ہوا میں اُڑا دیا جائے۔ اس طرح سے تو بڑی جگ ہنسائی ہوتی ہے۔

کیا آلِ دیوبند میں کوئی بھی ایسا نہیں جو گھمن صاحب کو سمجھائے کہ اپنی اوقات سے پاؤں باہر نہ پھیلائیں اور اپنے خودساختہ اصولوں کی بذاتِ خود تو مخالفت نہ کریں۔!؟

ثابت ہوا کہ اہلِ حدیث (یعنی اہلِ سنت) منسوخ روایات پر عمل نہیں کرتے، لہٰذا گھمن صاحب نے اپنی مذکورہ تقریر میں خطیبانہ جوش کا مظاہرہ کرتے ہوئے اہلِ حدیث

کے بارے میں غلط بیانی سے کام لیا ہے، جسے دوسرے الفاظ میں دروغ گوئی کہا جاتا ہے اور ایسا کرنا شریعتِ اسلامیہ میں ممنوع ہے۔

منسوخ روایات پر دیوبندی علماء وعوام کے عمل کی دو مثالیں درج ذیل ہیں:

ا: صبح کی نماز روشنی میں پڑھنا بھی ثابت ہے اور اندھیرے میں پڑھنا بھی ثابت ہے۔

ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ "ما صلّی رسول اللّٰه ﷺ الصلوٰة لوقتها الآخر حتی قبضه اللّٰه" رسول اللہ ﷺ نے وفات تک آخری وقت میں کبھی نماز نہیں پڑھی۔

(المستدرک للحاکم ۱/۱۹۰ ح ۶۸۲ وسندہ حسن، وصححہ الحاکم علی شرط الشیخین ووافقہ الذہبی)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صبح کی نماز روشنی میں پڑھنا منسوخ ہے۔ نیز دیکھئے الناسخ والمنسوخ للحازمی (ص ۷۷) اور میری کتاب ہدیۃ المسلمین (حدیث نمبر ۸ ص ۲۶۔۲۷)

عام دیوبندیوں کا عمل یہ ہے کہ وہ رمضان کے علاوہ باقی مہینوں میں نمازِ فجر خوب روشنی کر کے یعنی منسوخ وقت میں پڑھتے ہیں۔

۲: ایک روایت میں "و إذا قرأ فانصتوا" یعنی جب امام قراءت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ، کے الفاظ آئے ہیں۔ دیکھئے صحیح مسلم (۴۰۴، ترقیم دارالسلام: ۹۰۵)

چونکہ اس حدیث کے ایک راوی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے۔ (صحیح مسلم: ۴۰۴، دارالسلام: ۹۰۵)

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فاتحہ خلف الامام کا حکم ثابت ہے۔

دیکھئے جزء القراءۃ للبخاری (۱۵۳، وسندہ صحیح) آثار السنن (۳۵۸ وقال: واسنادہ حسن) اور میری کتاب: علمی مقالات (ج ۲ ص ۲۶۳)

حنفیوں کا مشہور اُصول ہے کہ اگر راوی اپنی روایت کے خلاف فتویٰ دے تو وہ روایت منسوخ ہوتی ہے، لہٰذا اس فتوے کی رُو سے "و إذا قرأ فانصتوا" والی روایت منسوخ ہے، لیکن دیوبندی حضرات فاتحہ خلف الامام کے مسئلے پر اپنی کتابوں اور مناظروں میں اس منسوخ حدیث کو بطورِ حجت پیش کرتے ہیں۔

اپنے ہی اصول خود توڑ کر پاش پاش کر دینا مذہبی خودکُشی کی بدترین مثال ہے۔

☆ فاتحہ خلف الامام کا منسوخ ہونا تو بہت دُور کی بات ہے، کسی ایک بھی صحیح حدیث میں صراحت کے ساتھ فاتحہ خلف الامام کی مخالفت ثابت نہیں۔ دیوبندیوں کے پیارے عبدالحیٔ لکھنوی صاحب نے علانیہ لکھا ہے: ''انه لم یرد فی حدیث مرفوع صحیح النهي عن قراء ة الفاتحة خلف الإمام و کل ما ذکروه مرفوعًا فیه اما لا اصل له و اما لا یصح ... '' کسی مرفوع صحیح حدیث میں فاتحہ خلف الامام کی ممانعت نہیں آئی، لوگوں نے اس بارے میں جو مرفوع روایتیں ذکر کی ہیں اُن کی یا تو کوئی اصل نہیں یا وہ صحیح نہیں ہیں۔ (التعلیق المجد ص ۱۰۱، حاشیہ نمبر ۱)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابۂ کرام فاتحہ خلف الامام کے قائل و فاعل تھے۔ دیکھئے میری کتاب الکواکب الدریہ (ص ۲۴۔۲۷)

کیا یہ جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین منسوخ پر عمل پیرا تھے؟

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے فرمایا: اور یقیناً علماء کا اجماع ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے (سورۂ فاتحہ) پڑھتا ہے، اس کی نماز مکمل ہے، اس پر کوئی اعادہ نہیں ہے۔

(الاستذکار ۱۹۳/۲، الکواکب الدریہ ص ۳۱، نیز دیکھئے میری کتاب: نصر الباری فی تحقیق جزء القراءۃ للبخاری)

☆ نماز میں رفع یدین قبل الرکوع و بعدہ کو منسوخ کہنا کئی وجہ سے باطل ہے، جس کی تفصیل میری کتاب نور العینین فی اثبات رفع الیدین میں دیکھی جا سکتی ہے، فی الحال گھمن صاحب کے دعوئ منسوخیت کے ابطال کے لئے دس دلیلیں اور حوالے پیشِ خدمت ہیں:

۱: رفع یدین کا متروک یا منسوخ ہونا نبی کریم ﷺ سے، آپ کی ساری زندگی میں کسی ایک نماز کی کسی ایک رکعت میں بھی باسند صحیح و مقبول ثابت نہیں ہے۔

تنبیہ: اس سلسلے میں امام سفیان ثوری (مدلس) کی عاصم بن کلیب سے روایت اُن کے ''عن'' یعنی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین اور الحدیث حضرو: ۶۷

۲: رفع یدین کا منسوخ یا متروک ہونا کسی ایک صحابی سے بھی باسند صحیح و مقبول ثابت نہیں

ہے۔

تنبیہ: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تینوں صحابیوں میں سے کسی ایک سے بھی ترکِ رفع یدین ثابت نہیں ہے۔ دیکھئے نور العینین

اب آلِ دیوبند کے پسندیدہ علماء کے حوالے پیشِ خدمت ہیں:

۳: عبدالحئ لکھنوی نے دعویٔ منسوخیت کو بے دلیل قرار دیا ہے۔ (دیکھئے التعلیق الممجد ص ۹۱)

۴: انور شاہ کشمیری دیوبندی نے کہا: " **و لیعلم أن الرفع متواتر إسنادًا و عملاً لا یشك فیه ولم ینسخ ولا حرف منه** " اور جان لینا چاہئے کہ رفع یدین بلحاظِ سند و بلحاظِ عمل متواتر ہے، اس میں کوئی شک نہیں، یہ منسوخ نہیں ہوا اور اس کا ایک حرف بھی منسوخ نہیں ہوا۔ (نیل الفرقدین ص ۲۲)

یاد رہے کہ یہ قول بطورِ الزامی دلیل پیش کیا گیا ہے، ترکِ رفع یدین کے سلسلے میں انور شاہ صاحب وغیرہ کے نظریات سے ہم پر رد کرنا غلط ہے۔

۵: ابوالحسن سندھی حنفی نے رفع یدین کے منسوخ ہونے کا انکار کیا ہے۔
دیکھئے شرح سنن ابن ماجہ (ج ۱ ص ۲۸۲ تحت ح ۸۵۸)

٦: بدر عالم میرٹھی نے بھی یہی کہا کہ رفع یدین منسوخ نہیں ہے۔ (البدر الساری ۲/ ۲۵۵)

۷: شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب نے رفع یدین کے بارے میں فرمایا:
"اور جو شخص رفع یدین کرتا ہے میرے نزدیک اس شخص سے جو رفع یدین نہیں کرتا اچھا ہے..." (حجۃ اللہ البالغہ اردو ج ۱ ص ۳٦۱، عربی ج ۲ ص ۱۰)

معلوم ہوا کہ شاہ ولی اللہ صاحب رفع یدین کو منسوخ نہیں سمجھتے تھے۔

سرفراز خان صفدر صاحب نے ایک بریلوی کو مخاطب کر کے لکھا ہے: "مفتی صاحب کیا آپ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کو مسلمان اور عالم دین اور اپنا بزرگ تسلیم کرتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو آپ کو حضرت شاہ صاحبؒ کی بات تسلیم کرنا پڑے گی اور اگر آپ اُن کی بات تسلیم نہیں کرتے تو آپ کو ان کی عبارت کا صحیح محمل بیان کرنا ضروری ہے کیونکہ جیسے وہ ہمارے

بزرگ ہیں ویسے ہی وہ آپ کے بھی بزرگ ہیں...'' (بابِ جنت بجواب راہِ جنت ص ۴۹)

عرض ہے کہ دیوبندی حضرات اپنے تسلیم کردہ بزرگ کی بات تو مان لیں۔!

۸: صوفی عبدالحمید سواتی صاحب نے کہا: ''رکوع جاتے وقت اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین نہ کرنا زیادہ بہتر اور کرلے تو جائز ہے۔'' (نماز مسنون ص ۳۴۹)

معلوم ہوا صوفی عبدالحمید صاحب رفع یدین کو منسوخ نہیں سمجھتے تھے۔

رہا اُن کا ترکِ رفع یدین کو زیادہ بہتر کہنا تو یہ اُن کی دیوبندیت ہے اور اس پر کوئی صحیح دلیل وارد نہیں ہے، لہٰذا زیادہ بہتر والی بات مردود ہے۔

۹: اشرفعلی تھانوی صاحب سے پوچھا گیا: ''رفع الیدین فی الصلوٰۃ جائز ہے یا نہیں۔؟'' تو انھوں نے جواب دیا: ''جائز ہے جیسا کہ عدم رفع بھی جائز ہے...''

(امداد الفتاویٰ ج ا ص ۱۴۸، سوال نمبر ۲۰۸)

معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب رفع یدین کو منسوخ نہیں سمجھتے تھے، ورنہ کبھی جواز کا فتویٰ نہ دیتے۔

۱۰: رفع یدین اور ترک رفع یدین کے بارے میں محمد منظور نعمانی دیوبندی نے کہا:

''دونوں طریقوں کے جائز اور ثابت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔''

(معارف الحدیث ج ۳ ص ۲۶۵)

عرض ہے کہ ترک تو ثابت نہیں، لہٰذا جائز کس طرح ہوا؟ تاہم اس عبارت سے ظاہر ہے کہ نعمانی صاحب کے نزدیک رفع یدین منسوخ نہیں ہے۔ احادیثِ صحیحہ، آثارِ صحابہ اور اپنے تسلیم کردہ اکابر کے مذکورہ حوالوں کے مقابلے میں محمد الیاس گھمن صاحب کا رفع یدین کو منسوخ قرار دینا غلط و مردود بھی ہے اور دیوبندی اکابر کے خلاف بغاوت بھی ہے۔

اُمید ہے کہ آلِ دیوبند انھیں سمجھانے کی کوشش کریں گے۔ واللہ اعلم (۱۲/ جون ۲۰۱۰ء)

تنبیہ: ابواب (پہلے یا بعد) کے سلسلے میں ہمارے شاگرد سلیم اختر صاحب حفظہ اللہ (کراچی) نے بھی آلِ دیوبند (کے عبدالغفار...) کا بہترین رد لکھا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

زیارتِ روضۂ رسول ﷺ کی روایات اور اُن کی تحقیق

الحمد للّٰہ ربّ العالمین و الصّلوٰة و السّلام علٰی آخر النبیین و رضي اللّٰہ عن أصحابه أجمعین و رحمة اللّٰہ علٰی من تبعهم بإحسان إلٰی یوم الدین. أما بعد:

اس مضمون میں تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی الشافعی (متوفی ۷۵۶ھ) کی کتاب: ''شفاء السقام فی زیارة خیر الانام ﷺ'' کی پندرہ روایتوں کی مختصر و جامع تحقیق پیشِ خدمت ہے، یہ وہ روایات ہیں جن کی بنیاد پر روضۂ رسول ﷺ کی طرف سفر کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے:

۱) موسیٰ بن ہلال العبدی نے اپنی سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''من زار قبري و جبت له شفاعتي''
جس نے میری قبر کی زیارت کی، اُس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(سنن دارقطنی ۲/ ۲۷۸ ح ۲۶۶۹، شفاء السقام ص ۸۷۔۱۰۳، بتحقیق المبتدع حسین محمد علی شکری)

۱: اس روایت کے بارے میں امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''و سواء قال عبید اللّٰہ أو عبداللّٰہ فهو منکر عن نافع عن ابن عمر، لم یأت به غیره'' برابر ہے کہ اُس (موسیٰ بن ہلال) نے عبیداللہ (بن عمر) کہا یا عبداللہ (بن عمر) پس یہ (روایت) نافع عن ابن عمر سے منکر ہے، اسے اُس (موسیٰ بن ہلال) کے سوا دوسرے کسی نے بھی بیان نہیں کیا۔

(شعب الایمان ۳/ ۴۹۰ ح ۴۱۵۹، ۴۱۶۰، دوسرا نسخہ ۶/ ۵۱۔۵۲ ح ۳۸۶۲، ۳۸۶۳)

۲: امام عقیلی نے موسیٰ بن ہلال کو کتاب الضعفاء میں ذکر کر کے فرمایا: ''ولا یصح حدیثه'' اور اس کی حدیث صحیح نہیں ہے۔ (الضعفاء الکبیر ج ۴ ص ۱۷۰، دوسرا نسخہ ۴/ ۱۳۲۱)

عقیلی نے مزید فرمایا: ''والروایة في هذا الباب فیها لین'' اور اس باب کی روایات میں کمزوری ہے۔ (الضعفاء الکبیر ۴/ ۱۷۰، دوسرا نسخہ ۴/ ۱۳۲۱)

یعنی امام عقیلی کے نزدیک زیارت والی اس قسم کی تمام روایات ضعیف ہیں۔

۳: امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اس روایت کو "منکر" قرار دیا اور فرمایا:

" أنا أبرأ من عهدته "میں اس روایت کی مسئولیت سے بری ہوں۔

(صحیح ابن خزیمہ بحوالہ لسان المیزان ج ۶ ص ۱۳۵، دوسرا نسخہ ۷/۱۴۰۔۱۴۱)

۴: حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی اس روایت کے بارے میں فرمایا:

" وأنكر ما عنده حديثه ... "اور اس کی اس حدیث کو میں منکر سمجھتا ہوں یا اس کی روایتوں میں سب سے منکر یہ حدیث ہے۔ الخ

(لسان المیزان ۶/۱۳۵، دوسرا نسخہ ۷/۱۴۰، میزان الاعتدال ۴/۲۲۶، دوسرا نسخہ ۶/۵۶۷)

۵: ابن القطان الفاسی المغربی (متوفی ۶۲۸ھ) نے اسے ان احادیث میں ذکر کیا جو "ليست بصحيحة" صحیح نہیں ہیں۔ (بیان الوہم والایہام ج ۴ ص ۹ ح ۱۴۳۳)

۶، ۷: حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن عبدالہادی نے اس روایت پر جرح کی۔

ان کے مقابلے میں عبدالحق اشبیلی اور تقی الدین السبکی نے اسے صحیح قرار دیا۔!

اب اس حدیث کے راوی موسیٰ بن ہلال کے بارے میں محدثین کرام کی تحقیق اور گواہیاں پیشِ خدمت ہیں:

۱: عقیلی نے اسے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا۔

۲: ابن خزیمہ نے اُس کی بیان کردہ حدیث کو منکر کہا۔

۳: بیہقی نے اُس کی بیان کردہ روایت کو منکر کہا۔

۴: ابن الجوزی نے اسے کتاب الضعفاء والمتروکین میں ذکر کیا۔ (۳/۱۵۱ ت ۳۴۷۸)

۵: ابن القطان الفاسی نے اس کی روایت کو غیر صحیح کہا۔

۶: حافظ ذہبی نے اسے دیوان الضعفاء (۲/۳۹۰ ت ۴۳۱۴) میں ذکر کیا اور توثیق نہیں کی۔

☆ ابو حاتم الرازی نے اسے مجہول کہا۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۸/۱۶۶)

☆ دارقطنی نے اسے مجہول کہا۔ (اسئلۃ البرقانی بحوالہ لسان المیزان ۶/۱۳۶)

ان کے مقابلے میں درج ذیل علماء سے موسیٰ بن ہلال مذکور کی توثیق مروی ہے:

۱: حافظ ذہبی نے اسے ''صالح الحدیث'' کہا۔ (میزان الاعتدال ۴/۲۲۶، دوسرا نسخہ ۶/۵۶۷)

۲: ابن عدی نے حدیثِ زیارت کو (احادیث منتقدہ میں یعنی جن پر تنقید کی گئی ہے) ذکر کیا اور فرمایا: ''و أرجو أنه لا بأس به'' اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ لا بأس به ہے۔

(الکامل لابن عدی ۶/۲۳۵۰، دوسرا نسخہ ۸/۶۹)

۳: عبدالحق اشبیلی نے اس کی حدیث کی تصحیح کی۔

۴: سبکی نے اس کی روایت کو حسن قرار دیا۔ دیکھئے شفاء السقام (ص ۱۰۰)

☆ کہا جاتا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے موسیٰ بن ہلال سے روایت بیان کی ہے (!) لیکن مجھے یہ روایت صحیح سند کے ساتھ کہیں نہیں ملی، لہٰذا یہ قول بے سند ہونے کی وجہ سے ناقابلِ حجت ہے۔

چونکہ ان کے مقابلے میں جمہور محدثین نے موسیٰ بن ہلال یا اس کی بیان کردہ حدیث پر جرح کی ہے، لہٰذا وہ ضعیف عندالجمہور ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فائدہ: حافظ ابن عدی نے ایک راوی ابو العوام جعفر بن میمون البصری کے بارے میں فرمایا: ''و أرجو أنه لابأس به و یکتب حدیثه فی الضعفاء'' اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ لابأس بہ ہے اور اس کی حدیث ضعیف راویوں میں لکھی جاتی ہے۔

(الکامل ۲/۵۶۲، دوسرا نسخہ ۲/۳۷۰)

معلوم ہوا کہ ابن عدی کے نزدیک لابأس بہ کے الفاظ ہر جگہ توثیق نہیں ہوتے بلکہ بعض اوقات جرح بھی ہوتے ہیں، لہٰذا اگر یہ الفاظ جمہور کی توثیق کے مطابق ہیں تو انھیں توثیق پر محمول کیا جائے گا اور اگر جمہور کی جرح کے مقابل ہیں تو انھیں جرح پر محمول کرنا چاہئے۔

تنبیہ: حافظ ذہبی کی جرح اور توثیق دونوں باہم متعارض ہونے کی وجہ سے ساقط ہیں۔

خلاصۃ التحقیق: من زار قبری والی روایتِ مذکورہ موسیٰ بن ہلال کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۲) عبداللہ بن ابراہیم الغفاری: **ثنا عبدالرحمٰن بن زید (بن أسلم) عن أبیه**

عن ابن عمر رضي الله عنه عن النبي ﷺ کی سند سے مروی ہے کہ" من زار قبري حلت له شفاعتي "جس نے میری قبر کی زیارت کی (تو) اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگئی۔ (کشف الاستار عن زوائد مسند البزار ۱ر۲ ۵۷ ح ۱۱۹۸، شفاء السقام ص ۱۰۴)

یہ روایت دو وجہ سے موضوع ہے:

اول: ابو محمد عبداللہ بن ابراہیم بن ابی عمرو الغفاری کے بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا: "متروك و نسبه ابن حبان إلی الوضع "متروک ہے اور ابن حبان نے بتایا کہ وہ (حدیثیں) وضع کرتا تھا۔ (تقریب التہذیب: ۳۱۹۹)

حافظ ابن حبان نے فرمایا: "كان يأتي عن الثقات المقلوبات و عن الضعفاء الملزقات "وہ ثقہ راویوں سے مقلوب (اُلٹ پلٹ) روایتیں اور ضعیف راویوں سے چسپاں شدہ (موضوع) روایتیں بیان کرتا تھا۔ (کتاب المجروحین لابن حبان ۲ر۳۷، دوسرا نسخہ ۱ر۵۳۱)

اس عبارت کا مطلب ہے کہ" أنه يضع الحديث "وہ حدیثیں وضع کرتا یعنی گھڑتا تھا۔

(دیکھئے تہذیب الکمال للمزی ۴ر۸۱)

حاکم نیشاپوری نے کہا:" يروي عن جماعة من الضعفاء أحاديث موضوعة ، لا يرويها عنهم غيره "وہ ضعیف راویوں کی ایک جماعت سے موضوع حدیثیں روایت کرتا تھا، جنھیں اُن سے اس کے علاوہ دوسرا کوئی بھی بیان نہیں کرتا تھا۔

(المدخل الی الصحیح ص ۱۵۱ ت ۹۰)

حافظ ذہبی نے فرمایا:" متهم بالوضع "اس پر (محدثین کی طرف سے) وضعِ حدیث کی تہمت (یعنی گواہی) ہے۔ (المغنی فی الضعفاء ۱ر۵۲۳)

تنبیہ: اسماء الرجال کی کتابوں میں (جمہور کے نزدیک مجروح راوی پر) متہم اور تہمت کا مطلب اردو والی تہمت نہیں ہوتا بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ محدثین کرام نے گواہیاں دے کر اسے کذاب اور وضاع وغیرہ قرار دیا ہے، لہٰذا ایسا راوی ساقط العدالت ہوتا ہے۔

اس سند کا دوسرا راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ضعیف ہے۔ (تقریب التہذیب: ۳۸۶۵)

حاکم نے کہا: ''روی عن أبیه أحادیث موضوعة ...''
اس نے اپنے باپ سے موضوع حدیثیں بیان کی ہیں۔ الخ (المدخل الی الصحیح ص ۱۵۴ ت ۹۷)
خلاصۃ التحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔

۳) عبداللّٰہ بن محمد العبادي البصري : ثنا مسلم بن سالم الجھني : حدثني عبید اللّٰہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضي اللّٰہ عنه کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**من جاء ني زائرًا لا یعمله حاجة إلا زیارتي کان حقًا علي أن أکون له شفیعًا یوم القیامة**''
جو شخص میرے پاس زیارت کے لئے آئے گا، اس کا مقصد صرف میری زیارت ہوگی تو میں قیامت کے دن اس کی سفارش کروں گا۔
(المعجم الکبیر للطبرانی ۲۹۱/۱۲ ح ۱۳۱۴۹، الاوسط لہ: ۴۵۴۳، المعجم لابن المقرئ: ۱۶۹، شفاء السقام ص ۱۰۷۔۱۱۳)
بقولِ سبکی اسے ابن السکن نے صحیح کہا، عرض ہے کہ اس کا راوی مسلم (یا مسلمہ) بن سالم الجہنی (المکی) ضعیف ہے۔ (تقریب التہذیب: ۶۶۲۸)
ہیثمی نے کہا: **وھو ضعیف** (مجمع الزوائد ۲/۴)
حافظ ذہبی نے اسے دیوان الضعفاء میں ذکر کیا اور کوئی توثیق نہیں کی۔ (۳۵۶/۲ ت ۴۱۰۱)
حافظ ابن عبدالہادی نے اس کی روایت کو ''**ضعیف الإسناد منکر المتن**'' إلخ قرار دیا۔ (الصارم المنکی فی الرد علی السبکی ص ۶۸)
ابو محمد عبداللہ بن محمد العبادی کی توثیق بھی نامعلوم ہے، لیکن مسلم بن حاتم الانصاری (ثقہ وصدوق) نے اس کی متابعت کر رکھی ہے۔
دیکھئے اخبار اصبہان (۲۱۹/۲ وعندہ عبداللہ العمری بدل عبیداللہ)
خلاصۃ التحقیق: یہ روایت ضعیف ہے۔

۴) قاری حفص بن ابی داود نے **لیث بن أبي سلیم عن مجاھد عن ابن عمر رضي اللّٰہ عنه** کی سند سے روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”من حج فزار قبري بعد وفاتي فكأنما زارني في حياتي“

جس نے حج کیا پھر میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ (سنن الدارقطنی ۲/ ۲۷۸ ح ۲۶۶۷، شفاء السقام ص ۱۱۵)

اس روایت کی سند تین وجہ سے ضعیف و مردود ہے:

۱: قاری حفص بن سلیمان الاسدی البزار الکوفی الغاضری اگرچہ روایتِ قرآن میں ثقہ ہیں، لیکن روایتِ حدیث میں جمہور کے نزدیک مجروح ہونے کی وجہ سے ضعیف تھے۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا: ”متروك الحديث مع إمامته فی القراءة“

وہ قراءت میں امام ہونے کے باوجود حدیث میں متروک تھے۔ (تقریب التہذیب: ۱۴۰۵)

حافظ ذہبی نے فرمایا: ”ثبت فی القراءة، واهي الحديث“

قراءت میں ثقہ (اور) حدیث میں ضعیف ہیں۔ (الکاشف ۱/ ۱۷۸ ت ۱۱۵۵)

حافظ ہیثمی نے فرمایا: ”و ضعفه الجمهور“ اور جمہور نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ۱۰/ ۱۶۳)

۲: لیث بن ابی سلیم جمہور کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔

بوصیری نے کہا: ”ضعفه الجمهور“ (زوائد سنن ابن ماجہ: ۲۰۸)

ابن الملقن نے کہا: وقد ضعفه الجمهور. (البدر المنیر ۷/ ۲۲۷)

ابن الملقن نے مزید کہا: وهو ضعيف عند الجمهور. (خلاصۃ البدر المنیر: ۷۸)

حافظ ابن حجر نے کہا: ”صدوق، اختلط جدًا ولم يتميز حديثه فترك“

وہ سچا ہے، بہت شدید اختلاط کا شکار ہوا، اور اس کی حدیث کی (اختلاط سے پہلے کی) پہچان نہ ہو سکی، لہٰذا متروک ہو گیا۔ (تقریب التہذیب: ۵۶۸۵)

۳: لیث بن ابی سلیم مدلس ہے۔ (دیکھئے مجمع الزوائد للہیثمی ۱/ ۸۳، اور زوائد ابن ماجہ للبوصیری: ۲۳۰)

حافظ ابن حبان نے ”ثم دلّسوه عن مجاهد“ کہہ کر اسے مدلس قرار دیا۔

دیکھئے مشاہیر علماء الامصار (ص ۱۴۶ ت ۱۱۵۳)

اور یہ روایت عن سے ہے۔

تنبیہ: حفص بن ابی داود اور لیث بن ابی سلیم کی موجودگی کے ساتھ اس روایت کی دوسری مردود سند کے لئے دیکھئے شفاء السقام (ص ۱۱۹)

سبکی نے لیث بن ابی سلیم کی سند کے ساتھ دو اور مردود روایتیں بھی ذکر کی ہیں۔

دیکھئے شفاء السقام (ص ۱۲۵۔۱۲۶)

خلاصۃ التحقیق: یہ روایت ضعیف و مردود ہے۔

۵) محمد بن محمد بن النعمان: **حدثني جدي قال: حدثني مالك عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنه** کی سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"**من حج البيت ولم يزرني فقد جفاني**" جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہیں کی تو اُس نے میرے ساتھ بے رُخی کی یعنی مجھ سے منہ پھیرا۔

(شفاء السقام ص ۱۲۷، الکامل لابن عدی ۲۴۸۰/۷)

نعمان بن شبل کو ابن الجوزی نے کتاب الضعفاء والمتروکین (۱۶۴/۳ ت ۳۶۴۱) اور ذہبی نے دیوان الضعفاء والمتروکین (۴۰۴/۲ ت ۴۳۹۲) میں ذکر کیا اور حافظ ابن حبان نے فرمایا: "**یأتي عن الثقات بالطامات و عن الأثبات بالمقلوبات**" وہ ثقہ راویوں سے تباہ کن روایتیں اور ثقہ ثبت راویوں سے مقلوب (اُلٹ پلٹ) روایتیں لاتا تھا۔

(کتاب المجروحین ۷۳/۳، دوسرا نسخہ ۴۱۴/۲)

اس راوی کی توثیق صرف صالح بن احمد بن ابی مقاتل (کذاب دجال) نے کی ہے جو کہ اصلاً مردود ہے۔ اس سند کا دوسرا راوی محمد بن محمد بن نعمان بن شبل ہے جس کے بارے میں کوئی توثیق نہیں ملی اور حافظ ذہبی نے اسے کتاب: دیوان الضعفاء والمتروکین میں ذکر کیا۔ (۳۳۴/۲ ت ۳۹۶۱)

اور کہا جاتا ہے کہ دارقطنی نے اس پر طعن کیا ہے۔ واللہ اعلم

خلاصۃ التحقیق: یہ روایت ان دو راویوں کی وجہ سے سخت ضعیف و مردود ہے اور حافظ ذہبی

نے اس کے بارے میں فرمایا: ''هذا موضوع'' یہ موضوع ہے۔ (میزان الاعتدال ۲۶۵/۴)

تنبیہ: کتاب العلل للدارقطنی (۵۸/۱۳ سوال ۲۹۴۷) میں محمد بن الحسن الختلی قال: حدثنا عبدالرحمٰن بن المبارك قال: حدثنا عون بن موسی عن أيوب عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنه کی سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''من زارني إلى المدينة كنت له شفيعًا أو شهيدًا.'' جس نے مدینے میں میری زیارت کی تو میں اس کا سفارشی یا گواہ ہوں گا۔ (نیز دیکھئے شفاء السقام ص ۱۳۰)

یہ روایت دو وجہ سے مردود ہے:

۱: محمد بن الحسن الختلی کی توثیق نامعلوم ہے۔

۲: ختلی کو متن کے بارے میں وہم ہوا ہے۔

دیکھئے لسان المیزان (۳۸۹/۴، دوسرا نسخہ ۳۵۵/۵)

۶) سوار بن میمون ابوالجراح العبدی قال: حدثني رجل من آل عمر عن عمر رضي الله عنه کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''من زار قبري - أوقال: من زارني كنت له شفيعًا أو شهيدًا و من مات في أحد الحرمين بعثه الله في الآمين يوم القيامة.'' جس نے میری قبر یا میری زیارت کی تو میں اس کا سفارشی یا گواہ ہوں گا اور جو مکہ یا مدینہ میں فوت ہوا تو اللہ اسے قیامت کے دن امن والے لوگوں میں اُٹھائے گا۔ (مسند الطیالسی: ۶۵، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۴۵/۵ ح ۱۰۲۷۲)

اس روایت کی سند رجل من آل عمر کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اور بیہقی نے فرمایا: ''هذا إسناد مجهول'' یہ سند مجہول ہے۔ (السنن الکبریٰ ۲۴۵/۵)

۷) سوار بن ميمون عن هارون أبي قزعة عن رجل من آل الخطاب عن النبي ﷺ کی سند سے مروی ہے کہ ''من زارني متعمدًا كان في جواري يوم القيامة'' جس نے پورے ارادے سے میری زیارت کی تو وہ قیامت کے دن میرا پڑوسی ہوگا۔ (الضعفاء للعقیلی ۳۶۲/۴، شفاء السقام ص ۱۳۴)

یہ روایت دو وجہ سے ضعیف و مردود ہے:

۱: ہارون بن قزعہ ابوقزعہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔
دیکھئے لسان المیزان (۱۸۰/۶۔۱۸۱)

۲: رجل من آل الخطاب مجہول ہے۔

لہٰذا اس روایت کو ''مرسل جید'' نہیں بلکہ ضعیف و مردود کہنا ہی صحیح و صواب ہے۔

۸) هارون بن أبي قزعة عن رجل من آل حاطب عن حاطب رضي الله عنه کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' **من زارني بعد موتي فكأنما زارني في حياتي و من مات بأحد الحرمين بعث من الآمنين يوم القيامة** '' جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اُس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور جو شخص مکہ یا مدینہ میں مرا (فوت ہوا) تو اللہ اسے قیامت کے دن امن والوں میں اُٹھائے گا۔ (سنن دارقطنی ۲۷۸/۲ ح ۲۶۶۸، شفاء السقام ص ۱۳۸)

یہ روایت دو وجہ سے ضعیف و مردود ہے:

۱: ہارون ابوقزعہ ضعیف ہے۔ دیکھئے روایت نمبر ۷

۲: رجل من آلِ حاطب مجہول ہے۔

تنبیہ: احمد بن مروان بن محمد الدینوری المالکی (**ضعیف جدًا**) کی کتاب ''**المجالسة وجواهر العلم**'' (۱۳۰) میں یہ روایت **هارون بن أبي قزعة عن مولى حاطب بن أبي بلتعة عن حاطب رضي الله عنه** کی سند سے مروی ہے۔ (ص ۲۷)

ہارون ضعیف ہے اور مولیٰ حاطب مجہول ہے۔

شفاء السقام (ص ۱۳۹) میں اس روایت کی سند میں گڑبڑ ہوگئی ہے۔

۹) ابوالفتح محمد بن الحسین الازدی الموصلی نے ابوسہل بدر بن عبداللہ المصیصی کی سند سے ایک روایت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' **من حجّ حجة الإسلام و زار قبري و غزا غزوةً و صلّى عليّ في بيت المقدس ،**

لم یسأله اللّٰه عزوجل فیما افترض علیه . " جس نے اسلام کا حج کیا، میری قبر کی زیارت کی ، جہاد کیا اور بیت المقدس میں مجھ پر درود پڑھا، اللہ نے اس پر جو فرض کیا ہے اُس کے بارے میں اُس سے سوال نہیں کرے گا۔ (شفاء السقام ص ۱۴۰۔۱۴۱)

یہ روایت دو وجہ سے ضعیف و مردود ہے:

۱: ابوسہل بدر بن عبداللہ المصیصی مجہول ہے۔سبکی نے کہا: " ما علمت من حالہ شیئاً " مجھے اس کے حال کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ (شفاء السقام ص ۱۴۱)

حافظ ذہبی نے فرمایا: " عن الحسن بن عثمان الزیادي بخبر باطل "

اس نے حسن بن عثمان الزیادی سے باطل روایت بیان کی ہے۔

(میزان الاعتدال ۱/۳۰۰، لسان المیزان ۲/۴ دوسرا نسخہ ۲/۹)

۲: محمد بن الحسین الازدی (بذاتِ خود) ضعیف ہے۔ (ہدی الساری ص ۳۸۶ ترجمۃ احمد بن شبیب)

جمہور نے اس پر جرح کی ہے۔

دیکھئے تاریخ بغداد (۲/۲۴۴ ت ۷۰۹) کتاب الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی (۳/۵۳ ت ۲۹۵۳) اور دیوان الضعفاء والمتروکین للذہبی (۲/۲۹۲ ت ۳۶۷۲)

۱۰) الحسن بن محمد (بن اسحاق) السوسی: ثنا أحمد بن سهل بن أیوب : ثنا خالد ابن یزید : ثنا عبداللّٰه بن عمر العمري قال: سمعت سعید المقبري یقول: سمعت أبا هریرة رضي اللّٰه عنه کی سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" من زارني بعد موتي فکأنما زارني و أنا حي و من زارني کنت له شهیدًا و شفیعًا یوم القیامة " جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے میری زیارت کی تو میں قیامت کے دن اس کے لئے گواہ اور سفارشی ہوں گا۔ (شفاء السقام ص ۱۴۴)

یہ روایت خالد بن یزید العمری کی وجہ سے موضوع ہے۔

خالد بن یزید کو امام یحییٰ بن معین اور ابوحاتم وغیرہما نے کذاب (جھوٹا) کہا۔

دیکھئے کتاب الجرح والتعدیل (۳۶۰/۳) اور لسان المیزان (۳۸۹/۲۔۳۹۰، دوسرا نسخہ ۴۰۷/۲۔۳۴۷)

سبکی نے خالد بن یزید کے تعین میں شک کیا، جبکہ ابن عبدالہادی نے فرمایا کہ بلاشک وہ العمری ہے۔

عرض ہے کہ اگر یہ العمری نہیں تو پھر کون تھا؟

روایتِ مذکورہ کی سند میں احمد بن سہل بن ایوب الاہوازی (متوفی ۲۹۱ھ) اور حسن بن محمد بن اسحاق السوسی دونوں مجہول الحال ہیں، الضیاء المقدسی کے سوا کسی نے بھی اُن کی توثیق نہیں کی۔

۱۱) **أبو المثنى سليمان بن يزيد الكعبي عن أنس بن مالك رضي الله عنه** کی سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**من زارني بالمدينة محتسبًا كنت له شفيعًا و شهيدًا** . ''جس نے ثواب کی نیت سے مدینے میں میری زیارت کی تو میں اس کا سفارشی اور گواہ ہوں گا۔ (شفاء السقام ص ۱۴۷)

اس کا راوی سلیمان بن یزید الکعبی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا: **ضعیف** (تقریب التہذیب: ۸۳۴۰، ترجمہ ابوالمثنیٰ الخزاعی)

سلیمان بن یزید الکعبی طبقۃ السادسہ کا راوی ہے، لہٰذا سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اس کی ملاقات ثابت نہیں بلکہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت منقطع ہے۔

سلیمان بن یزید الکعبی تک سندوں میں بھی نظر ہے۔ ایک میں سعید بن عثمان الجرجانی مجہول الحال ہے، دوسری میں ابوبکر محمد بن احمد بن اسماعیل بن الصرام الجرجانی کی توثیق نامعلوم ہے۔ تیسری میں احمد بن عبدوس بن حمدویہ الصفار النیسابوری اور ایوب بن الحسن دونوں نامعلوم ہیں۔

۱۲) تقی الدین سبکی نے ابن النجار کی کتاب ''**الدرة الثمينة في فضائل المدينة**'' سے جعفر بن ہارون: **ثنا سمعان بن مهدي عن أنس رضي الله عنه** کی سند سے

روایت بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''من زارني ميّتًا فكأنما زارني حيًا و من زارقبري و جبت له شفاعتي يوم القيامة و ما من أحد من أمتي له سعة ثم لم يزرني فليس له عذر .'' جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی اُس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی، اور جس نے میری قبر کی زیارت کی تو اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہوگئی، اور میری اُمت میں سے اگر کسی نے وسعت کے باوجود میری زیارت نہیں کی تو اس کے لئے کوئی عذر نہیں ہے۔ (شفاء السقام ص ۱۵۰)

سمعان بن مہدی کے بارے میں حافظ ذہبی نے فرمایا: ''لا يكاد يعرف ، ألصقت به نسخة مكذوبة رأيتها ، قبحّ الله من وضعها '' وہ معروف نہیں ہے، اس کی طرف ایک جھوٹا نسخہ منسوب کیا گیا ہے جسے میں نے دیکھا ہے، جس نے اسے بنایا ہے اُسے اللہ ذلیل کرے۔ (میزان الاعتدال ۲/۲۳۴، لسان المیزان ۳/۱۱۴، واللفظ لہ)

جعفر بن ہارون بھی نامعلوم ہے اور باقی سند میں بھی نظر ہے۔ سبکی کو چاہئے تھا کہ اس موضوع روایت کے پیش کرنے سے حیا کرتے، کیونکہ عالم کی شان سے یہ بہت بعید ہے کہ وہ بغیر جرح اور بغیر رد کے موضوع روایات لوگوں کے سامنے پیش کرے۔

۱۳) سعيد بن محمد الحضرمي : حدثنا فضالة بن سعيد بن زميل المأربي عن ابن جريج عن عطاء عن ابن عباس رضي الله عنه کی سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' من زارني في مماتي كان كمن زارني في حياتي من زارني حتى ينتهي إلٰى قبري كنت له شهيدًا يوم القيامة أو قال : شفيعًا .'' جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی، اور جس نے میری زیارت کی حتیٰ کہ میری قبر تک پہنچ گیا تو میں قیامت کے دن اس کا گواہ یا سفارشی ہوں گا۔

(کتاب الضعفاء الکبیر للعقیلی ۳/۴۵۷، دوسرا نسخہ ۳/۱۱۴۴، شفاء السقام ص ۱۵۱)

اس کا راوی فضالہ بن سعید غیر موثق ہے اور حافظ ذہبی نے اس روایت کے بارے

میں فرمایا:" هذا موضوع علی ابن جریج و یروی في هذا شيئ أمثل من هذا "
یہ ابن جریج پر موضوع (من گھڑت) ہے اور اس بارے میں اس سے بہتر روایت مروی ہے۔ (میزان الاعتدال ۳۴۹/۳، لسان المیزان ۴۳۶/۴)
حافظ ابن حجر نے بغیر کسی سند کے ابو نعیم (الاصبہانی) سے نقل کیا: " روی المناکیر ، لاشئ "
اس نے منکر روایتیں بیان کیں، وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ (لسان المیزان طبع جدید ۴۵۰/۵)

سعید بن محمد الحضرمی کی توثیق بھی نامعلوم ہے اور اس سے سعید بن محمد بن ثواب الحصری مراد لینا غلط ہے۔

خلاصۃ التحقیق: یہ روایت ضعیف، مردود بلکہ بقولِ ذہبی: موضوع ہے۔

۱۴) ابوالحسین یحییٰ بن الحسن بن جعفر الحسینی (؟) نے کہا: " ثنا محمد بن إسماعیل : حدثني أبو أحمد الهمداني : ثنا النعمان بن شبل : ثنا محمد بن الفضل - مدینی - سنة ست و سبعین عن جابر عن محمد بن علي عن علي رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ : من زار قبري بعد موتي فكأنما زارني في حیاتي و من لم یزرني فقد جفاني ."

روایت کا مفہوم: جس نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے میری زیارت نہیں کی تو اس نے میری ساتھ بے رُخی کی۔ (شفاء السقام ص ۱۵۵۔۱۵۶)

اس روایت میں محمد بن علی کا تعین مطلوب ہے، جابر سے مراد اگر جابر بن یزید الجعفی ہے تو وہ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔

محمد بن الفضل المدینی نامعلوم (مجہول) ہے۔

نعمان بن شبل سخت مجروح بلکہ کذاب ہے۔ دیکھئے روایت نمبر ۵

ابو احمد الہمدانی اور محمد بن اسماعیل دونوں نامعلوم ہیں اور کتاب اخبار المدینہ کے مصنف یحییٰ بن الحسن بن جعفر الحسینی کی توثیق نامعلوم ہے؟

خلاصۃ التحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔

سبکی نے اس کی تائید میں ایک روایت پیش کی ہے، جس میں عبدالملک بن ہارون بن عنترہ کذاب (جھوٹا) ہے۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا: ''کـــذاب'' عبدالملک بن ہارون بن عنترہ کذاب ہے۔ (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری:۱۵۱۶)

حافظ ابن حبان نے فرمایا: ''**کان ممن یضع الحدیث ...**'' وہ حدیثیں گھڑنے والوں میں سے تھا۔ (کتاب المجروحین ۲/۱۳۳، دوسرا نسخہ ۲/۱۱۵)

حاکم نیشاپوری نے کہا: ''**روی عن أبیہ أحادیث موضوعۃ**'' اُس نے اپنے باپ سے موضوع حدیثیں بیان کی ہیں۔ (المدخل الی الصحیح ص ۱۷۰ ت ۱۲۹)

یہ روایت بھی اس کے باپ سے ہے۔

عبدالملک بن ہارون تک ساری سند میں بھی نظر ہے۔

خلاصۃ التحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔

سمہودی نے وفاء الوفاء (۴/۱۷۶) میں یحییٰ الحسینی (؟؟) کی کتاب سے ایک اور مردود روایت پیش کی ہے، جس میں ابو یحییٰ محمد بن الفضل بن نباتہ النمیری مجہول اور باقی سند ضعیف ہے۔

۱۵) یحییٰ الحسینی (؟؟) نے ''**أخبار المدینۃ**'' میں کہا: ''**ثنا محمد بن یعقوب : ثنا عبداللہ بن وھب عن رجل عن بکر بن عبداللہ عن النبي ﷺ قال: من أتی المدینۃ زائرًا لي وجبت لہ شفاعتي یوم القیامۃ و من مات في أحد الحرمین بعث آمنًا .**''

مفہوم: جو شخص میری زیارت کے لئے مدینہ آیا تو قیامت کے دن اس کے لئے میری شفاعت ضروری ہوگئی اور جو شخص مکہ یا مدینہ میں فوت ہوا تو وہ حالتِ امن میں زندہ کیا جائے گا۔ (شفاء السقام ص ۱۵۸)

روایتِ مذکورہ میں (۱) رجل مجہول (۲) عبداللہ بن وہب مدلس (طبقات ابن سعد ۷/ ۵۱۸)
(۳) صاحبِ کتاب: یحییٰ الحسینی مجہول الحال اور (۴) سند مرسل ہے۔

خلاصۃ التحقیق: یہ روایت عللِ مذکورہ کی وجہ سے ضعیف و مردود ہے۔

یہ ہیں وہ پندرہ (۱۵) روایات جن کے بل بوتے پر سبکی نے حافظ ابن تیمیہ کا رد کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن آپ نے دیکھ لیا کہ اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کی رُو سے یہ ساری روایتیں ضعیف و مردود ہیں، لہٰذا جمع تفریق کر کے انھیں حسن لغیرہ بنانا اور حجت سمجھنا غلط ہے۔

ایک موضوع قصہ: **أبو إسحاق إبراهيم بن محمد بن سليمان بن بلال بن أبي الدرداء: حدثني أبي محمد بن سليمان عن أبيه سليمان بن بلال عن أم الدرداء عن أبي الدرداء رضي الله عنه** کی سند سے روایت ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ نے فرمایا: اے بلال! یہ کیا زیادتی ہے، کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ تم میری زیارت کرو؟

بلال رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو غمگین اور خوف زدہ تھے، پھر انھوں نے سوار ہو کر مدینہ کی طرف سفر کیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس آئے اور رونے لگے اور اپنا چہرہ اس پر ملنے لگے۔ الخ

(شفاء السقام ص ۱۸۵۔ ۱۸۶، آثار السنن للنیموی: ۱۱۱۳)

اس کا راوی ابراہیم بن محمد بن سلیمان مجہول ہے۔ حافظ ذہبی نے فرمایا: ''**فيه جهالة**'' اس میں جہالت ہے یعنی وہ مجہول ہے۔ (میزان الاعتدال ۱/ ۶۴)

حافظ ابن حجر العسقلانی نے اس قصے کے بارے میں فرمایا: ''**و هي قصة بينة الوضع**'' اور اس قصے کا موضوع ہونا ظاہر ہے۔ (لسان المیزان ۱/ ۱۰۸)

سلیمان بن بلال بھی مجہول الحال ہے اور ام الدرداء رحمہا اللہ سے اس کی ملاقات کا کوئی ثبوت نہیں، اس کے باوجود سبکی نے لکھ دیا ہے: ''**بإسناد جيد**''!!

عرض ہے کہ سند جید کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے ہر راوی کی توثیق بطریقۂ محدثین ثابت کی جائے۔

حافظ ذہبی نے اس روایت کے بارے میں فرمایا: ''إسناده لين وهو منكر''
اس کی سند کمزور ہے اور یہ منکر روایت ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱/۳۵۸)
اس منکر اور موضوع روایت کو سبکی اور نیموی وغیرہما نے جید سند کہہ کر عام لوگوں کو ورغلانے کی کوشش کی ہے، حالانکہ راویوں کی توثیق اور اتصالِ سند کے بغیر ایسی ہر کوشش مردود ہے۔
نیز دیکھئے مشہور واقعات کی حقیقت (ص ۱۵۶۔۱۵۹) اور الحدیث حضرو: ۴۱ ص ۵۹۔۶۱
آخر میں عرض ہے کہ روضۂ رسول ﷺ کی طرف خاص طور پر سفر کرنا کسی صحابی، تابعی یا تبع تابعی سے ثابت نہیں ہے اور ایک حدیث میں تین مساجد کے علاوہ سفر کرنے کی ممانعت آئی ہے، اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ الدھلوی الحنفی (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے فرمایا: ''والحق عندي أن القبر و محل عبادة ولي من أولياء الله والطور كل ذلك سواء في النهي . والله أعلم''
اور میرے نزدیک حق یہ ہے کہ قبر، اولیاء اللہ میں سے کسی ولی کا محلِ عبادت اور کوہِ طور سب ممانعت میں برابر ہیں۔ واللہ اعلم (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۹۲، من ابواب الصلوٰۃ)
معلوم ہوا کہ شاہ ولی اللہ کے نزدیک خاص قبر کی نیت سے سفر کرنا ممنوع ہے۔
تنبیہ: جو شخص مدینہ نبویہ جانے کی سعادت حاصل کرے تو اسے چاہئے کہ مسجدِ نبوی (علٰی صاحبها الصلوٰة والسلام) جا کر دو رکعتیں پڑھے اور روضۂ رسول کی زیارت کرے، نماز والا درود پڑھے اور اگر حجرہ مبارکہ کا دروازہ اُس کے لئے کھل جائے اور خوش قسمتی سے وہ قبر مبارک کے پاس پہنچ جائے تو السلام عليك يا رسول الله اور الصلوٰة عليك يا رسول الله بھی پڑھے جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً ثابت ہے۔
(دیکھئے فضائلِ درود و سلام ص ۱۴۱، فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ بتحقیقی: ۱۰۰)
لیکن یاد رہے کہ حجرۂ مبارکہ کے باہر تخاطب والے یہ الفاظ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین وغیرہم سے ثابت نہیں ہیں، لہٰذا باہر صرف نماز والا درود پڑھنا چاہئے۔
وما علينا إلا البلاغ (۴/ اپریل ۲۰۱۰ء)

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

کیا محدثین کرام رحمہم اللہ مقلد تھے؟

الحمد للّٰہ رب العالمین والصّلاۃ والسّلام علیٰ رسولہ الأمین و علیٰ آلہ و صحبہ أجمعین ، أما بعد :

مقلدین حضرات اپنی بے دلیل تقلید کو ثابت کرنے کے لئے مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں۔ عوام کو مطمئن کرنے کے لئے بہت سی باتیں بناتے ہیں، جن میں ایک بات یہ بھی ہے کہ کتبِ احادیث کے مؤلفین و جامعین بھی ''مقلد'' تھے۔ کہنے والے تو اس سے بڑھ کر اور بہت کچھ کہہ بیٹھتے ہیں، لیکن فی الوقت ہماری بحث محدثین کے متعلق محدود ہے۔

۱) دیوبندی مکتبۂ فکر کے ''وکیلِ احناف، ترجمان الاسلام، مناظرِ اسلام'' اور کثیر الالقاب امین اوکاڑوی صاحب نے لکھا: ''حالانکہ حدیث کی جتنی کتابیں آج ملتی ہیں وہ یا مجتہدین کی لکھی ہوئی ہیں یا مقلدین کی، جن کا ذکر طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ اور طبقات حنابلہ میں ہے... حدیث کی ایک بھی مستند کتاب نہیں جس میں اجماع اور اجتہاد کے ماننے کو حرام یا شرک قرار دیا ہو۔ فقہ کے ماننے سے منع کیا ہو۔ اس کے مولف کے بارہ میں صرف ایک ہی مستند حوالہ پیش کیا جا سکے کہ **کان لا یجتھد و لا یقلد** کہ نہ اس میں اجتہاد کی اہلیت تھی نہ تقلید کرتا اس لئے غیر مقلد تھا۔''

(تجلیات صفدر ج ۱ ص ۱۱۳، مطبوعہ ملتان، مجموعہ رسائل ۳/۱۴)

۲) مفتی احمد ممتاز صاحب ''رئیس دارالافتاء جامعہ خلفاء راشدین. کراچی'' نے لکھا:

''اسی لئے ان آخری دو باتوں میں خود حضرات محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ بھی حضرات مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کی تقلید کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی تقلید کا نتیجہ ہے کہ حضرات محدثین علیہم الرحمۃ کا ذکر چار ہی قسموں کی کتابوں میں ملتا ہے (۱) طبقات حنفیہ (۲) طبقات مالکیہ (۳) طبقات شافعیہ (۴) طبقات حنابلہ۔ طبقات غیر مقلدین نامی کوئی کتاب، محدثین کے حالات میں

آج تک کسی مسلم مورخ و محدث نے نہیں لکھی‘‘ (اصلی چہرہ ص ۷)

ان دو اقتباسات سے یہ بات باآسانی سمجھی جاسکتی ہے کہ ان میں کتب احادیث کے تمام مؤلفین کو مقلد باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اوکاڑوی صاحب نے تو یہ لکھ دیا تھا کہ محدثین یا تو مجتہدین ہیں یا مقلّدین لیکن ان کی نقل کرتے ہوئے مفتی احمد ممتاز صاحب ذرا آگے نکلے اور تمام محدثین کو مقلد ظاہر کرنے کی کوشش کی۔

بہر حال یہ بات تو درست ہے کہ ’’محدثین‘‘ کا ذکر ان چار طبقات میں ملتا ہے لیکن یہ بات قطعاً درست نہیں کہ یہ ’’اسی تقلید کا نتیجہ ہے۔‘‘ یعنی محدثین کے مقلد ہونے کا نتیجہ ہے۔ البتہ یہ ان مقلدین کے مبتلائے تقلید ہونے کا نتیجہ ہے کہ چار طبقات میں ذکر دیکھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ محدثین مقلدین تھے۔ پھر یہ کس چیز کا نتیجہ ہے؟ ہم اگر کچھ عرض کریں تو ممکن ہے تعصب ہماری معروضات ماننے کے آڑے آجائے، لہٰذا ہم اس کی ایک ’’بڑی‘‘ وجہ ’’اکابر علماء دیوبند‘‘ کی کتب سے پیش کر دیتے ہیں، شاید اس طرح اعترافِ حقیقت کی کوئی راہ نکل آئے۔ ملاحظہ کیجئے:

۱: ان کے ’’شیخ الحدیث المحدث الکبیر‘‘ زکریا کاندھلوی صاحب فرماتے ہیں:

’’یہاں ایک مسئلہ یہ ہے کہ اہل حدیث اور ائمہ محدثین مقلد تھے یا غیر مقلد۔ پھر مقلد ہونے کی صورت میں کس کی تقلید کرتے تھے۔ اس کے اندر علماء کا اختلاف ہے۔ اور بات یہ ہے کہ جو آدمی بڑا ہوتا ہے اس کو ہر شخص چاہتا ہے کہ ہماری پارٹی میں شامل ہو جائے کیونکہ اس میں تجاذب اور کشش بہت ہوتی ہے اور ہر ایک اپنی طرف کھینچتا ہے....‘‘

(تقریر بخاری ۵۲/۱، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۴۱)

چار طبقات میں ذکر ملنا کس چیز کا نتیجہ ہے؟ اس کی اور بھی وجوہات ہیں، لیکن زکریا صاحب کی تقریر سے چند باتیں واضح ہوتی ہیں:

☆ یہ نتیجہ ہے ان محدثین کے عظیم شخصیات ہونے کا۔

☆ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ عظیم شخصیات ہماری پارٹی میں شامل ہوں۔

☆ عظیم لوگوں کو اپنا ثابت کرنے میں ''تجاذب اور کشش'' بہت ہوتی ہے۔

اس تجاذب و کشش کی بنا پر ہر ایک اپنی طرف کھینچتے نظر آتے ہیں، مثلاً حنفی کہتے ہیں کہ جی حنفی تھے۔ شافعی کہتے ہیں کہ شافعی تھے، مالکی اور حنبلی بھی اپنا اپنا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ''چار طبقات'' وجود میں آنے کی ایک بڑی وجہ یہ تجاذب اور کشش بھی ہے گو بہت سے محدثین کو تلمذ (شاگردی) کی وجہ سے بھی ان طبقات میں تقسیم کیا گیا اور ایسے محدثین کی بھی کوئی کمی نہیں جنھیں دو دو، تین تین بلکہ بعض کو چاروں طبقات والوں نے اپنے اپنے طبقات میں ذکر کر دیا، اگر وجہ شاگردی و استفادہ ہو تو اس میں کوئی حرج والی بات نظر نہیں آتی کہ یہ نسبتیں شاگردی کی بنا پر دی گئی ہیں، لیکن اس سے بڑھ کر محدثین کو مقلد ثابت کرنے کی کوششیں تو قطعاً قابلِ برداشت نہیں۔

چونکہ مقلدین کے ''امام اہلسنت'' سرفراز خان صفدر صاحب نے لکھا ہے:

'' یعنی اگر جاہل ہیں تو علماء کی تقلید کریں اور تقلید جاہل ہی کے لئے ہے جو احکام دلائل سے ناواقف ہے...'' الخ (الکلام المفید ص ۲۳۴)

غور کیجئے کیا لکھا ہے: ''اور تقلید جاہل ہی کے لئے ہے''؟ کیا (نعوذ باللہ) محدثین عظام جاہل تھے؟ اور کیا احکامِ دلائل سے ناواقف تھے؟ رسول اللہ ﷺ کی احادیث پر اپنی ساری زندگیاں قربان کر دینے والے، عظیم حافظے رکھنے والے، ابواب و تراجم کی صورت میں ہر حدیث سے مسائل استنباط کرنے والے محدثین جاہل تھے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر محدثین کو مقلد کہنا بھی درست نہیں، ان سے متعلق یہ کہنا کہ وہ بھی تقلید کرتے تھے، یقیناً غلط ہے اور یہ تو منکرینِ حدیث کو تقویت پہنچانے والی بات ہے، گو انجانے میں ہی سہی، چونکہ وہ تو اس بنیاد پر جھٹ سے کہہ دیں گے کہ جی ''تقلید تو جاہل ہی کے لئے ہے'' اور محدثین بھی تقلید کرتے تھے، لہٰذا جاہل تھے! اب ان جاہلوں کی جمع کردہ احادیث کا کیا اعتبار؟

اگر مقلدین حضرات اپنی ایسی باتوں کے عواقب و انجام پر غور کریں تو محدثین کو کبھی مقلد کہنے کی جسارت نہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق مرحمت فرمائے۔

۲: ان کے ایک دوسرے ''المحدث الکبیر، علامہ'' عبدالرشید نعمانی صاحب ''مذاہب مؤلفی الاصول الستہ'' یعنی اصولِ ستہ (المعروف کتبِ ستہ وعندالعوام: صحاحِ ستہ) کے مؤلفین کے مذاہب کے عنوان سے مختلف اہل علم کی آراء نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''فانظر إلیٰ هذا التجاذب الذي و قع بين هؤلاء الاعلام فتارة يعدون احدهم شافعيا و تارة حنبليا و اخرى مجتهدا و هذا كله عندي تخرص و تكلم من غير برهان فلو كان احد من هؤلاء شافعيا او حنبليا لاطبق العلماء على نقله و لما اختلفوا هذا الاختلاف كما اطبقوا على كون الطحاوى حنفيا و البيهقى شافعيا و عياض مالكيا و ابن الجوزى حنبليا ، سوى الامام ابى داوٗد فانه قد تفقه على الامام احمد و مسائله عن احمد بن حنبل معروف مطبوع .''

دیکھئے اس کھینچا تانی کی طرف جوان بڑے بڑے علماء کے درمیان واقع ہوئی یہ لوگ ان میں سے کسی ایک کو شافعی شمار کرتے ہیں اور کبھی حنبلی اور کبھی پھر دوسری بار مجتہد، میرے نزدیک یہ سب اٹکل پچو اور بے دلیل باتیں ہیں اور اگر ان میں سے کوئی شافعی یا حنبلی ہوتا تو علماء اس بات کے نقل کرنے پر متفق ہوتے اور اس اختلاف میں کبھی نہ پڑتے۔ جیسے وہ طحاوی کے حنفی، بیہقی کے شافعی، قاضی عیاض کے مالکی اور ابن الجوزی کے حنبلی ہونے پر متفق ہوئے۔ سوائے امام ابوداود کے کہ آپ نے امام احمد سے تفقہ حاصل کی اور ان سے امام احمد کے مسائل معروف ومطبوع ہیں۔

(ماتمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجہ ص ۲۶ قدیمی کتب خانہ مطبوع مع سنن ابن ماجہ)

یہ نعمانی صاحب کا بیان ہے جس سے درج ذیل باتیں واضح طور پر سامنے آتی ہیں:

☆ کتبِ ستہ کے مؤلفین کو حنبلی شافعی کہنا ''تجاذب'' کھینچا تانی، اٹکل پچو اور ادھر ادھر کی باتیں ہیں، دلیل کوئی نہیں۔

☆ یہ ''تخرّص'' بنائی ہوئی (خودساختہ) باتیں اور اٹکل و اندازے سے کہی ہوئی بے دلیل

وبلا برھان باتیں ہیں۔

☆ کوئی کسی محدث کوشافعی کہہ دیتا ہے تو کوئی حنبلی اور کوئی مجتہد قرار دے دیتا ہے۔

☆ ان میں سے کوئی شافعی ، حنبلی وغیرہ نہیں، اگر ہوتا تو علماء اس بات کے نقل پر متفق ہوتے۔

☆ ان محدثین کے حنبلی شافعی ہونے پر علماء کا اختلاف ہے اتفاق نہیں ہے۔

۳: ان کے ''مفتی اعظم پاکستان'' رفیع عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

''ان چھ ائمہ حدیث کے مذاہب فقہیہ کے بارے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، کیونکہ ان میں سے کسی نے اپنے مذہب کی خود صراحت نہیں کی چنانچہ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ سب کے سب علی الاطلاق ائمہ ومجتہدین ہیں، کسی کے مقلد نہیں اور بعض کا خیال ہے کہ ان میں سے کوئی مجتہد نہیں اور ان کا مذہب عامۃ المحدثین کا ہے، نہ مقلد ہیں نہ مجتہد اور بعض نے تفصیل کی ہے، پھر اس تفصیل میں بھی اختلاف ہے۔''

(درسِ مسلم ص ۷۱۔۷۲، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۶۰)

محدثین نے خود تو صراحت نہیں کی ، اور کرتے بھی کیسے کہ اس وقت تک یہ تقلیدی مذاہب وجود میں آئے ہی نہیں تھے۔ پس لوگوں نے اسے تختۂ مشق بنالیا، جس نے جو سمجھا وہ بیان کر دیا۔ کسی نے چند احادیث کسی تقلیدی مذہب کی موافقت میں اور دوسرے تقلیدی مذہب کے خلاف دیکھ کر موافق مذہب کا شمار کر دیا، کسی نے چند دیگر ابواب واحادیث دیکھ کر کسی دوسرے مذہب کا بتلا دیا۔ اور مقلدین نے ان باتوں کو یوں ہاتھوں ہاتھ لیا کہ گویا یہی مقصود ومطلوب تھا۔ آیئے دیکھتے ہیں لوگوں نے بقول زکریا کاندھلوی صاحب کس طرح ''کھینچا تانی'' اور بقولِ نعمانی صاحب کس طرح ''تخرص'' اندازے لگائے۔ بطور مثال ان میں سے چند ایک محدثین سے متعلق ان کی باتیں نقل کریں گے:

۱) سید المحدثین امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ

سب سے پہلے ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ'' صحیح بخاری شریف کے عظیم مؤلف امام محمد

بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ کے متعلق مختلف لوگوں کی آراء ملاحظہ کیجئے:

۱: انور شاہ کشمیری صاحب کہتے ہیں:

"واعلم أن البخاری مجتهد لاریب فیه و ما اشتهر أنه شافعی فلموا فقته ایاه فی المسائل المشهورة... " إلخ جان لیجئے کہ امام بخاری مجتہد تھے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں اور یہ جو مشہور ہوا کہ وہ شافعی ہیں تو یہ مشہور مسائل میں امام شافعی کے ساتھ ان کی موافقت کی وجہ سے ہے۔ (فیض الباری ۵۸/۱)

۲: ابراہیم بن عبداللطیف بن محمد ہاشم ٹھٹھوی صاحب لکھتے ہیں:

"و اما الامام البخاری، فقد ذکر التاج السبکی فی طبقاته انه ای البخاری شافعی المذهب و تعقبه العلامة نفیس الدین سلیمان بن ابراهیم ... فقال البخاری مجتهد براسه کأبی حنیفة و الشافعی و مالك و احمد "

رہے امام بخاری تو تاج السبکی نے انھیں اپنے طبقات (شافعیہ) میں ذکر کیا کہ وہ شافعی تھے، علامہ نفیس الدین سلیمان بن ابراہیم ... نے سبکی کا تعقب کیا اور کہا: بخاری بذاتِ خود ابوحنیفہ، شافعی، مالک اور احمد کی طرح کے مجتہد تھے۔ (سحق الاغبیاء بحوالہ ماتمس الیہ الحاجہ ص ۲۶)

۳: زکریا کاندھلوی صاحب اپنی خاص اصطلاح میں کہتے ہیں:

"چکی کا پاٹ یہ ہے کہ امام بخاری پختہ طور پر مجتہد تھے" (تقریر بخاری ص ۵۲، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۴۱)

۴: عبدالرشید نعمانی صاحب لکھتے ہیں:

"و عندی ان البخاری و ابا داوٗد ایضا کبقیة الائمة المذکورین لیسا مقلدین لواحد بعینه ولا من الائمة المجتهدین علی الاطلاق "

میرے نزدیک امام بخاری اور امام ابوداود بھی بقیہ ائمہ مذکورین کی طرح ہیں نہ تو کسی ایک امام کے عین مقلد تھے نہ ہی علی الاطلاق ائمہ مجتہدین میں سے تھے۔ (ماتمس الیہ الحاجہ ص ۲۷)

۵: مفتی رفیع عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

" حضرت مولانا الامام الحافظ محمد انور شاہ کشمیریؒ کی رائے بعض دلائل کی بناء پر یہ ہے کہ امام

بخاریؒ تو بلا شک وشبہ مجتہد مطلق ہیں اوران کی کتاب اس پر شاھد عدل ہے“

(درس مسلم ص ۲۷، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۶۰)

۶: ان کے ”امام اہلسنت“ اور ”محدث اعظم پاکستان“ سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں: ”اوراسی طرح امام محمدؒ بن اسماعیل البخاریؒ طبقات شافعیہ میں شمار ہوتے ہیں ... حضرت امام بخاریؒ وہ بزرگ ہیں جن کے دو رسالوں جزء رفع الیدین اور جزء القرأۃ پر فریق ثانی کی دو اختلافی مسائل میں گاڑی چلتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ حضرت امام بخاریؒ بھی مقلّد ثابت ہو گئے۔“ (الکلام المفید ص ۱۲۸)

سرفراز خان صفدر صاحب نے سبکی کے طرزِ عمل کو دیکھ کر امام بخاری رحمہ اللہ کو امام شافعی کا مقلد قرار دے دیا، حالانکہ انورشاہ کشمیری صاحب فرماتے ہیں:

”و ما اشتهر أنه شافعي فلموافقته إياه في المسائل المشهورة وإلا فموافقته للامام الأعظم ليس أقل مما وافق فيه الشافعي ... فعده شافعيا باعتبار الطبقة ليس باولى من عده حنفيا“

امام بخاری کے متعلق جو مشہور ہوا کہ وہ شافعی ہیں تو یہ مشہور مسائل میں ان کی امام شافعی سے موافقت کی وجہ سے ہے وگرنہ امام اعظم (ابوحنیفہ) سے ان کی موافقت شافعی کی موافقت سے کچھ کم نہیں...طبقہ کے اعتبار سے انھیں شافعی شمار کرنا حنفی شمار کردینے سے اولیٰ نہیں ہے۔

(فیض الباری ۱/ ۵۸)

ان کے ایک دوسرے ”محدث کبیر“ زکریا صاحب فرماتے ہیں:

”لیکن چونکہ امام بخاری احناف سے زیادہ ناراض ہیں اس لئے نمایاں طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ شافعی ہیں حالانکہ حضرت امام بخاری جتنے احناف سے ناراض ہیں اتنے ہی بلکہ اس سے کچھ زیادہ شافعیہ کے خلاف ہیں۔“ (تقریر بخاری شریف ۱/ ۵۲، دوسرا نسخہ ۱/ ۴۱)

سرفراز صاحب بس طبقات میں امام بخاری کا ذکر دیکھ کر خوش ہو گئے، اہلحدیث کو ڈانٹ ڈپٹ شروع کردی پھر امام بخاری جیسے عظیم محدث کو شافعی مقلد قرار دے کر اسے

"اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ" بنادیا۔ حالانکہ یہ محض سرفراز صاحب کی "تقلید" سے محبت کا کرشمہ ہے۔ کاش انھوں نے کچھ تو سوچا ہوتا کہ اپنی اس کتاب میں وہ یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ "یعنی اگر جاہل ہیں تو علماء کی تقلید کریں اور تقلید جاہل ہی کیلئے ہے" (الکلام المفید ص ۲۳۴)

پھر خود ہی امام بخاری کو "مقلد" لکھ رہے ہیں عین اسی کتاب میں! کیا یہ ایک عظیم محدث کو جاہل قرار دینے کے مترادف نہیں؟ کیا یہ محدثین کی تنقیص وتوہین نہیں؟

پھر کشمیری صاحب کے بقول شافعی سے زیادہ انھوں نے ابوحنیفہ کی موافقت کی ہے اور بقول زکریا صاحب "امام بخاری جتنے احناف سے ناراض ہیں اس سے کچھ زیادہ شافعیہ کے خلاف" جب معاملہ یہ ہے تو انھیں شافعی مقلد قرار دینا محض تقلید ہی کا کرشمہ ہوسکتا ہے، عدل وانصاف نہیں؟

امام بخاری رحمہ اللہ کا عظیم مقصد صحیح احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرنا ہے اور وہ انھوں نے کر دیں، لیکن مقلدین میں سے کوئی اٹھ کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ وہ احناف سے زیادہ ناراض ہیں، کوئی کہہ دیتے ہیں کہ احناف کی زیادہ موافقت کی اور شوافع سے زیادہ ناراض ہیں! سچ کہا نعمانی صاحب نے کہ یہ "تخرص" محض اندازے اور اٹکل ہیں اور "تکلم من غیر برھان" بے دلیل باتیں ہیں۔ اب دیکھئے کشمیری صاحب کی صراحت ہے: امام بخاری مجتہد ہیں اور نعمانی صاحب کی کہ امام بخاری مقلد نہیں۔ لیکن اپنے اکابر کی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے کوئی "تخرص وتجاذب" میں مبتلا بول اٹھتا ہے:

"امام بخاری تقلیدی حیاتی سماعی" (دیکھئے ماہنامہ "قافلہ" ج ۳ شمارہ ۳ ص ۱۴، ۱۵)

إنا لله و إنا إليه راجعون

۲) امام ابوداود سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ

ان سے متعلق بھی مختلف اقوال پائے جاتے ہیں، اُن سب کا ذکر کافی طوالت کا باعث ہوگا، اختصار کے پیشِ نظر "مقلدین" میں سے دو شخصیات کے فرمودات بیان کرتے ہیں، اسی میں سمجھنے والوں کے لئے کافی مواد ہوگا۔ تو سنئے! زکریا کاندھلوی صاحب فرماتے

ہیں:

''ابوداؤد کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ وہ پکے حنبلی ہیں۔ چنانچہ حنابلہ نے ان کو طبقات حنابلہ میں شمار بھی کیا ہے اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ امام ابوداؤد نے اپنی کتاب میں البول قائمًا کا باب منعقد فرما کر اس کا جواز ثابت فرمایا ہے جو کہ حنابلہ کا مذہب ہے حالانکہ دوسرے ائمہ کے یہاں یہ مکروہ ہے... ایسے ہی وضوممامستہ النار سب کے نزدیک منسوخ ہے سوائے حنابلہ کے، اسی وجہ سے امام ابوداؤد نے ترک وضو کے باب کو مقدم کر کے پھر اس باب کو ذکر کیا ہے اور آگے چل کر التشدید فی ذلك کے عنوان سے مزید تاکید فرمائی ہے۔ اور وہ حدیث جس میں یہ ہے کہ حضورؐ نے آخیر میں ممامستہ النار سے وضو کو ترک کر دیا تھا۔ اس کی تاویل امام ابوداؤد نے یہ فرمائی ہے کہ وہ ایک خاص واقعے کے متعلق ہے۔''

(تقریر بخاری شریف ۱/۵۲، مقدمہ لامع الدراری، دوسرا نسخہ ج۱ ص۴۱)

''مفتی'' سعید احمد پالنپوری استاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

''راقم کے ناقص خیال میں یہ آخری قول صحیح ہے کیونکہ سنن کے بعض تراجم جہاں امام احمد کی موافقت میں ہیں وہیں بعض انکے خلاف بھی ہیں۔ ذیل میں اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

① باکرہ بالغہ کے نکاح کے سلسلہ میں ولی کو ولایت اجبار حاصل ہے یا نہیں؟ احناف انکار کرتے ہیں، ان کے نزدیک نکاح صحیح ہونے کے لیے خود اس کی اجازت شرط ہے لیکن ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ جب تک وہ باکرہ ہے... اگرچہ بالغہ ہو... پھر بھی ولی کو ولایتِ اجبار حاصل ہے۔ یعنی نکاح صحیح ہونے کے لئے اس کی اجازت شرط نہیں ... امام ابو داود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں اس مسئلہ کے متعلق باب رکھا ہے: باب فی البکر یزوجها ابوها، ولا یستامرها اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث لائے ہیں کہ ایک باکرہ لڑکی خدمت نبوی میں حاضر ہوئی اور شکایت کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے والد نے باوجود میری ناراضگی کے میرا نکاح کر دیا، جس پر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم لڑکی کو نکاح رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار مرحمت

فرماتے ہیں۔ (بذل المجہود ص۲۶ ج۳)

علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اس باب کے بارے میں فرماتے ہیں:

غرضه موافقة العراقيين ، و كذا يفهم من صنيع البخاری

''امام صاحب کا مقصد اس باب سے احناف کی موافقت کرنا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے انداز سے بھی یہی آشکارا ہوتا ہے''

② ''ستر'' کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ احناف کے نزدیک نہیں ٹوٹتا، حنابلہ اور شوافع کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے (بدایۃ المجتہد ص ۳۹ ج ا، المنہل ص ۱۹۶ ج ۲)

امام صاحب اس سلسلہ میں پہلا باب رکھتے ہیں:

باب الوضوء من مسّ الذکر اور ثانیاً فرماتے ہیں: باب الرخصة فی ذلك امام صاحب کی ترتیب ابواب غمازی کرتی ہے کہ وہ احناف کے مؤقف کی حمایت کررہے ہیں۔

③ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضوء جاتا رہتا ہے یا باقی رہتا ہے؟ ائمہ اربعہ کی رائے یہ ہے کہ وضو باقی رہتا ہے۔ (المنہل ص ۲۱۳ ج ۲) امام صاحب نے اس مسئلہ سے متعلق پہلا باب رکھا ہے: باب فی ترك الوضوء ممامست النار اور اس کے بعد فرماتے ہیں: باب التشدید فی ذلك جس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک وضوء کا وجوب راجح ہے... حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہی مثال امام صاحب کے حنبلی ہونے کی تائید میں پیش فرمائی ہے لیکن آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ باب تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ہے۔ پھر یہ باب امام صاحب کے حنبلی ہونے کی دلیل کیسے بن سکتا ہے؟!... بلکہ یہ باب تو جمہور کے خلاف ہے!...

''مشتے نمونہ از خروارے'' یہ چند مثالیں پیش کی گئی ہیں ورنہ سنن میں بہت سے تراجم امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے خلاف مل جائیں گے۔ اس لئے امام صاحب کو حنبلی یا متشدد حنبلی قرار دینے کے بجائے مجتہد منتسب ماننا زیادہ صحیح ہے۔''

(حیاتِ ابوداود بحوالہ مترجم سنن ابی داود ج اص ۳۰۔۳۲ مطبوعہ مکتبۃ العلم لاہور)

دیکھئے زکریا کاندھلوی صاحب نے ایک آدھ باب دیکھ کر امام صاحب کو پکا یا متشدد حنبلی قرار دے دیا۔ پھر بطورِ مثال سنن ابی داود سے جو ''باب'' پیش کیا وہی باب امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مؤقف کے خلاف و برعکس ہے، بقول پالنپوری صاحب: یہ اُن کے حنبلی بلکہ متشدد حنبلی ہونے کی دلیل کیسے ہوسکتا ہے؟ بہرحال اس بات سے اندازلگایا جاسکتا ہے کہ اس طرح کے چند ایک ابواب دیکھ کر لوگوں نے اندازے اور تخمینے لگائے، جس کی سمجھ میں جو آیا وہ بنا بیٹھا، حالانکہ سنن ابی داود میں چند ابواب ایسے بھی مل جائیں گے جن سے حنفی مذہب کو تقویت و تائید حاصل ہوتی ہے۔ اگر یہی معیار حنبلی ہونے کا ہے تو پھر لوگ اپنی طرف سے انھیں ''حنفی'' کیوں نہیں قرار دیتے؟ اسی طرح مالکی مذہب کو بھی چند ابواب سے تائید مل سکتی ہے پھر انھیں ''مالکی'' کیوں قرار نہیں دے دیا جاتا؟ تاج السبکی تو طبقاتِ شافعیہ میں ان کا ذکر لا ہی چکے ہیں۔ ع

شد پریشان خواب از کثرتِ تعبیرھا

۳) امام مسلم بن الحجاج القشیری رحمہ اللہ

امام مسلم رحمہ اللہ صحیح مسلم کے مؤلف ہیں۔ صحیح بخاری کے بعد صحیح مسلم شریف کا درجہ ہے اس کی تمام احادیث صحیح ہیں۔ امام صاحب سے متعلق کچھ آراء ملاحظہ کیجئے:

۱: دیوبندی مقلدین کے ''شیخ الاسلام'' شبیر احمد عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

''**و أمّا مسلم والترمذی والنسائی و ابن ماجة و ابن خزیمة و أبو یعلیٰ والبزار و نحوهم ، فهم علی مذهب أهل الحدیث .** مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابو یعلیٰ اور بزار اور ان جیسے دیگر ائمہ محدثین تو مذہبِ اہل الحدیث پر تھے، علماء میں سے کسی ایک کے متعین مقلد نہ تھے اور نہ علی الاطلاق ائمہ مجتہدین میں سے تھے۔''

(فتح الملہم ۱/۲۸۱، مطبوعہ دار العلوم کراچی)

۲: ''مفتی'' رفیع عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

''اور امام مسلمؒ اور ابن ماجہ کے بارے میں حضرت شاہ صاحب کا ارشاد یہ ہے کہ ان کا مذہب

معلوم نہیں ہو سکا۔ اور ان کا شافعی ہونا مشہور ہے، اس کی بنیاد صحیح مسلم کے تراجم ہیں، جو بیشتر شافعی مذہب کے موافق ہیں، لیکن یہ بنیاد صحیح نہیں، کیونکہ تراجم امام مسلم نے خود قائم نہیں کیئے، بعد کے لوگوں نے قائم کیئے ہیں'' (درسِ مسلم ص۲۷،۳۷، دوسرا نسخہ ج ا ص ۶)

''مفتی'' صاحب کی باتوں پر غور کیجئے! اندازے لگانے والوں نے کیسے کیسے اندازے لگا لئے؟ ان کے ''مذہب'' کا اندازہ ان کی کتاب کے ابواب و تراجم سے لگا بیٹھے، حالانکہ وہ ابواب و تراجم خود امام مسلم نے قائم ہی نہیں کیئے بلکہ بعد کے لوگوں کی محنت ہے، لہٰذا یہ بنیاد کس قدر کمزور اور بودی ہے۔ محدثین کو مقلد ثابت کرنے کی کوششیں تقریباً انھی کمزور بنیادوں پر قائم ہیں۔ بھلا اس قدر کمزور بنیادوں پر لگائے ہوئے اندازوں کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے؟

۳: زکریا کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں:

''اب رہ گئے حضرت امام مسلم ان کو بعض نے شافعی اور اکثرین نے مالکی قرار دیا ہے۔''

(تقریر بخاری شریف ۱/۵۲، دوسرا نسخہ ۱/۴۱)

۴: ''مفتی'' ارشاد قاسمی صاحب لکھتے ہیں:

''امام مسلم ... مقدمہ فتح میں ہے کہ وہ مذہب اہلحدیث پر تھے۔ کسی کے مقلد نہیں تھے۔''

(ارشاد اصول الحدیث ص ۱۶۶)

۵: عبدالرشید نعمانی صاحب لکھتے ہیں:

''و لعلّ الصّواب فی هذا الباب ما نقله الشیخ طاهر الجزائری فی '' توجیه النظر إلی اصول الاثر '' عن بعض الفضلاء و نصه : (و قد سئل بعض البارعین فی علم الاثر عن مذاهب المحدثین مرارًا بذلك المعنی المشهور عند الجمهور فاجاب عما سئل عنه بجواب یوضح حقیقة الحال ... اما البخاری و ابو داوٗد فاما مان فی الفقه و کانا من اهل الاجتهاد ، و اما مسلم والترمذی و النسائی و ابن ماجة و ابن خزیمة و ابو یعلٰی و البزار و نحوهم

فهم علی مذهب اهل الحدیث لیسوا مقلدین لواحد من العلماء ولا هم من الائمة المجتهدین بل یمیلون إلی قول ائمة الحدیث کالشافعی و احمد و اسحاق و ابی عبید... " إلخ

امید کے کہ اس باب میں درست بات وہ ہے جو شیخ طاہر الجزائری نے ''توجیہ النظر الی اصول الاثر'' میں بعض فضلاء سے نقل کی ہے جس کی عبارت یہ ہے: علم الحدیث میں ماہر بعض لوگوں سے محدثین کے (فقہی) مذاہب کے متعلق کئی بار سوال کیا گیا، اس معنی میں کہ جو جمہور کے ہاں مشہور ہے تو انھوں نے اُن سے پوچھے گئے اس سوال کا ایسا جواب دیا کہ جو ''حقیقتِ حال'' کو واضح کرتا ہے... رہے بخاری وابوداود تو یہ دونوں فقہ میں امام ہیں اور دونوں اہل اجتہاد میں سے ہیں، اور رہے مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابویعلیٰ اور بزار اوران جیسے دیگر محدثین کرام تو یہ اہل حدیث کے مذہب پر ہیں علماء میں سے کسی ایک کے متعین مقلد نہیں ہیں اور نہ یہ ائمہ مجتہدین میں سے ہیں، بلکہ یہ لوگ ائمہ حدیث جیسے شافعی، احمد، اسحاق، ابوعبید اوران جیسے دیگر محدثین کے اقوال کی طرف مائل ہیں۔

(ماتمس الیہ الحاجہ ص ۲۶، نیز دیکھئے الکلام المفید ص ۱۲۷)

محدثین کا مذہب عدمِ تقلید

اس عبارت سے واضح ہے کہ صرف امام مسلم ہی نہیں بلکہ دیگر معروف محدثین جیسے امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام ابن خزیمہ، امام ابویعلیٰ اورامام البزار رحمہم اللہ بھی مذہب اہل حدیث پر تھے۔ ائمہ میں سے کسی ایک بھی امام کے مقلد نہ تھے، تقلید نہیں کرتے تھے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ احادیث کی معروف ترین کتب جیسے صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، صحیح ابن خزیمہ، مسند ابی یعلی اور مسند البزار مقلدین کی تالیف وجمع کردہ کتب نہیں بلکہ اہل حدیث کی جمع کردہ کتب ہیں۔ جن کا مقصد ومطمحِ نظر قرآن وسنت کی پیروی ہے کسی خاص امام سے منسوب مذہب کی حمایت، نصرت اور

وضاحت نہیں۔اس لئے ان کتب کے مطالعہ کے دوران میں یہ بات قطعاً محسوس نہیں ہوتی کہ یہ کسی خاص تقلیدی مذہب کے مطابق لکھی ہوئی ہے اوران میں قرآن وحدیث وآثار میں سے صرف وہ چیزیں جمع کی گئی ہیں جوکسی مخصوص امام کے اجتہادات کا ماخذ ہیں۔جبکہ کتبِ فقہ کے مطالعہ کے دوران میں قدم قدم پر یہ چیز محسوس ہوتی ہے خواہ وہ شوافع وحنابلہ کی کتبِ فقہ ہوں یا مالکیوں اوراحناف کی۔

یہی وجہ ہے کہ تمام فقہی مذاہب کتبِ احادیث سے بلا امتیاز استفادہ کرتے ہیں اور سب کے ہاں معتبر اور مسلمہ حیثیت کی حامل ہیں۔اگر یہ محدثین بھی تقلیدی ذہنیت کا شکار ہوتے اور تقلیدی سوچ اور فکر کو سامنے رکھتے تو یہ کتب بھی کتبِ فقہ کی طرح علیحدہ علیحدہ مخصوص مذاہب کی کتب بن کر رہ جاتیں اوران میں بھی یہ بات بتکرار نظر آتی کہ یہ حدیث ہماری دلیل ہے اور یہ حدیث ہمارے خصم (دشمن) کی دلیل ہے۔جیسا کہ فقہ کی بعض کتاب میں اس طرح کے بٹواروں کی بھرمار ہے۔المختصر کہ اوکاڑوی صاحب کا مطالبہ تھا کہ ''حدیث کی ایک بھی مستند کتاب کے مؤلف کے بارے میں صرف وہی مستند حوالہ پیش کیا جائے کہ''**کان لا یجتهد ولا یقلد**'' کہ نہ اس میں اجتہاد کی اہلیت تھی نہ تقلید کرتا تھا'' کما تقدم،تو سطور بالا میں درج کسی ایک کتابِ حدیث سے متعلق کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ تو مستند کتاب ہے ہی نہیں۔اوران کے مؤلفین سے متعلق ہم شیخ طاہر الجزائری، پھر مقلدین کے''شیخ الاسلام'' شبیر احمد عثمانی صاحب اوران کے''امام اہل سنت محدث اعظم پاکستان'' سرفراز خان صفدر صاحب، ان کے''المحدث الکبیر'' عبدالرشید نعمانی صاحب ،''مفتی'' ارشاد قاسمی کی کتب کے حوالے پیش کر چکے ہیں جن میں اس بات کی صراحت ہے کہ ''**لیسوا مقلدین لواحد من العلماء ولا هم من ائمة المجتهدین** ''نہ کسی ایک امام کے مقلد تھے اور نہ مجتہدین میں سے تھے۔گویا امین اوکاڑوی اوران کے چاہنے والوں کی منہ مانگی مراد پوری ہوگئی۔ مجھے نہیں لگتا کہ کوئی دیوبندی مکتبۂ فکر سے وابستہ مقلد اِن حوالوں کو''غیر مستند'' وغیر معتبر کہہ دے۔ **لعل اللّٰه یحدث بعد ذلك امرًا**

طبقات المقلدین؟

اوکاڑوی صاحب اوران کی نقل میں مفتی ممتاز صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ آج تک کسی نے ''طبقات غیر المقلدین'' نام کی کوئی کتاب نہیں لکھی۔ ہم عرض کرتے ہیں کیا کسی مسلم محدث یا مؤرخ نے ''طبقات المقلدین'' نام کی بھی کوئی کتاب لکھی ہے؟

اوکاڑوی صاحب تو نہیں رہے ''مفتی'' احمد ممتاز اور دیگر محبینِ اوکاڑوی بتلائیں کہ کبھی آپ نے ''طبقات'' کے نام سے موجود کتب کا بغور مطالعہ بھی کیا ہے؟ ان کا تحقیقی جائزہ بھی لیا ہے؟ اگر آپ ان پر سرسری نظر بھی ڈالیں تو واضح ہوگا کہ ایسے کتنے ہی محدث ہیں کہ جن کا ذکرِ خیر مختلف طبقات میں پایا جاتا ہے، ایک ہی محدث کو طبقاتِ شافعیہ میں بھی ذکر کیا گیا ہے تو طبقاتِ حنابلہ یا مالکیہ میں بھی، محض ان طبقات میں کسی کا ذکر آجانے سے اُس کا مقلد ہونا اور آپ مقلدین کی طے کردہ اصول وشرائط کے مطابق مقلد ہونا قطعاً لازم نہیں آتا۔

چونکہ ان طبقات میں تو شاگردی کی نسبت سے بھی محدثین کا ذکر آگیا ہے کہ کوئی امام مالک کے شاگرد ہیں یا شاگردی کا سلسلہ اُن تک پہنچتا ہے، اسی طرح امام احمد بن حنبل یا شافعی کے شاگرد ہیں یا شاگردی کا سلسلہ اُن تک جا پہنچتا ہے۔ محض تلمذ وشاگردی سے مقلد ہو جانا کیسے لازم آیا؟ دور نہ جایئے آپ امام طحاوی کو لے لیجئے ''حنفی'' معروف ہیں اور ہیں بھی، لیکن تقلیدی و مقلد حنفی؟! ہرگز نہیں۔ چونکہ یہ امام طحاوی ہی ہیں کہ (کہا جاتا ہے:) جنھوں نے یہ فرمایا تھا: ''**لا يقلد إلا عصبي أو غبي**'' کہ تقلید یا تو متعصب آدمی کرتا ہے یا غبی!۔ اوران کی یہ بات مصر میں ضرب المثل بن چکی تھی۔ (لسان المیزان ۲۸۰/۱، دوسرا نسخہ ۴۲۰/۱)

کیا امام طحاوی جیسے محدث مقلد ہیں؟ کیا اپنے ہی قول کے مطابق متعصب یا غبی ہیں؟ ہم تو اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے کہ آپ غبی یعنی احمق ہوں! لیکن انھیں مقلد کہنے والوں کو سوچنا چاہئے کہ ان کے قول کے مطابق تو ایسا ہی ہے، حالانکہ عبدالقادر الرافعی الحنفی صاحب نے لکھا: ''**و قد نقل أبو بكر القفال و أبو علي والقاضي حسين من الشافعية**

أنهم قالوا لسنا مقلدين للشافعي بل وافق رأينا رأيه ، وهو الظاهر من حال الامام أبي جعفر الطحاوي في أخذه بمذهب أبي حنيفة و احتجاجه له و انتصاره لأقواله " اوراس نے نقل کیا کہ شوافع میں سے ابوبکر القفال، ابوعلی اور قاضی حسین نے کہا: ہم امام شافعی کے مقلد نہیں بلکہ ہماری رائے ان کی رائے کے موافق ہوگئی ہے۔اور یہی ظاہر ہوتا ہے کہ امام ابوجعفر الطحاوی کے حال سے کہ ان کا ابوحنیفہ کے مذہب کو اپنانا ان کے لئے حجت لانا اور ان کی نصرت کرنا تقلیداً نہیں تھا (بلکہ ان کی رائے ابوحنیفہ کی رائے کے موافق تھی) (تقریرات الرافعی علی حاشیۃ ابن عابدین ۱/۱۱، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

دیکھئے ابوبکر القفال، ابوعلی اور قاضی حسین شافعی تو ہیں مگر بنقل رافعی وہ فرماتے ہیں ہم شافعی کے مقلد نہیں، یعنی اُن کی رائے تحقیق پر مبنی تھی۔ دلائل سے ماخوذ تھی تقلیداً نہیں تھی، نہ وہ مقلد کہلایا جانا پسند کرتے تھے اور بقول رافعی یہی امام طحاوی کے حنفی ہونے کا حال تھا۔

''مفتی'' سعید احمد پالنپوری صاحب لکھتے ہیں:

''اور علامہ قاسم نے ایک دوسرے رسالہ میں لکھا ہے کہ میں بفضلہ تعالیٰ وہی بات کہتا ہوں جو امام طحاوی رحمہ اللہ (۱۷) نے ابن حربویہ سے کہی تھی کہ لَا يُقَلِّدُ اِلَّا عَصَبِيٌّ اَوْغَبِيٌّ (تقلید یا تو متعصب آدمی کرتا ہے یا غبی!)'' (آپ فتویٰ کیسے دیں؟ ص۸۲)

جی ہاں ابن قطلوبغا حنفی تھے، لیکن مقلد نہیں تھے۔ معلوم ہوا کہ محض حنفی طبقہ سے ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مقلد ہی ہوں؟ اسی طرح کسی بھی طبقہ میں ذکر ہونے سے کسی کا بھی مقلد ہونا لازم نہیں آتا۔

علامہ زیلعی معروف حنفی تھے، لیکن خود فرماتے ہیں: ''فالمقلد ذهل والمقلدُ جهل'' مقلد غافل ہوتا ہے مقلد جاہل ہوتا ہے۔ (نصب الرایہ ج ۱ ص ۲۸۷ مطبوعہ پشاور ۱/۱۸۱ مطبوعہ بیروت)

اس طرح علامہ عینی بھی حنفی تھے، انھوں نے کہا: پس مقلد غلطی کرتا ہے اور مقلد جہالت کا ارتکاب کرتا ہے اور ہر چیز کی مصیبت تقلید کی وجہ سے ہے۔

(دیکھئے البنایہ فی شرح الہدایہ ج ۱ ص ۳۱۷)

اس کے باوجود بھی محض حنفی ہونے کی وجہ سے انھیں مقلد قرار دینا خود ان کے قول سے باطل ہے۔ یہ تو انھیں دورخا ثابت کرنے کے مترادف ہے۔

اسی طرح علامہ ابن عبدالبر جو اپنی معروف کتاب ''جامع بیان العلم'' میں فسادِ تقلید کا باب قائم فرما کر اس کا رد کرتے ہیں۔ لوگ انھیں بھی مالکی مقلد ثابت کرنے پر تلے رہتے ہیں۔ ابن القیم رحمہ اللہ جیسے تقلید کے معروف مخالف جنھوں نے اعلام الموقعین میں کئی وجوہات سے تقلید کو باطل ثابت کیا، تقلید کے نام نہاد دلائل کے بخیئے ادھیڑ دیئے، لیکن کتنے ہی لوگ انھیں حنبلی مقلد ثابت کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔

اب جن اہلِ علم سے واضح طور پر تقلید کا رد و مذمت ثابت ہے لوگ انھیں بھی مقلد کہے بغیر چین نہیں لے پاتے تو دیگر اہلِ علم سے متعلق تو مقلدین کو گویا کھلی چھٹی ملی ہوئی ہے، جو من میں آئے کرتے پھریں، لیکن ان کا ''طبقات'' کو دیکھ کر خوش ہونے اور ان میں مذکور محدثین و علماء کو مقلدین خیال کرنا محض خام خیالی ہے۔ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اگر کچھ کمال دکھلانا چاہتے ہیں تو انھیں چاہئے کہ ''طبقات المقلدین'' نامی کتابیں دریافت کرلائیں! وگرنہ ان کی ''کھینچا تانی''، ''تخرص'' اور ''بے دلیل کلام'' کو کون سنتا ہے!

(۲۷/ ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ، ۱۴/ دسمبر ۲۰۰۹ء)

امام مالک اور رفع یدین

تنویر الحق ہزاروی

امام عبداللہ بن وہب المصری رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے (امام) مالک بن انس کو دیکھا، آپ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ اس کے راوی ابوعبداللہ محمد بن جابر بن حماد المروزی الفقیہ رحمہ اللہ نے کہا: میں نے محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم سے یہ ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا: یہ (امام) مالک کا (آخری) قول اور فعل ہے جس پر وہ فوت ہوئے ہیں اور یہی سنت ہے۔ میں اسی پر عامل ہوں اور حرملہ (بن یحییٰ) بھی اسی پر عامل ہے۔ (تاریخ دمشق ۳۴۴/۵۵ و سندہ حسن)

احسن الحدیث ابو معاذ

سود حرام ہے

﴿ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ﴾

اور اللہ نے تجارت کو حلال قرار دیا اور سود کو حرام قرار دیا۔ (البقرۃ: ۲۷۵)

فقہ القرآن:

۱: یہ آیت ِ کریمہ نصِ قطعی (یقینی دلیل) ہے کہ سود حرام ہے۔

۲: سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "**کل قرض جرّ منفعة فهو وجه من وجوه الربا**" ہر قرض جو نفع کھینچے، وہ سود کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۳۵۰/۵ وسندہ صحیح)

القاموس الوحید میں لکھا ہوا ہے کہ "شریعتِ اسلام میں ربا اس فاضل مال کو کہتے ہیں جو کسی عوض (بدل) کے بغیر معاملہ کا ایک فریق دوسرے سے طے شدہ شرط کے تحت حاصل کرے۔ علم الاقتصاد میں ربا اس رقم کو کہتے ہیں جو قرض لینے والا مقررہ شرائط کے مطابق اصل قرض کے علاوہ ادا کرتا ہے۔" (ص ۵۹۵ ب)

۳: سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود لکھنے والے اور سود کے دونوں گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا: وہ سب (گناہ میں) برابر ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۵۹۸، دارالسلام: ۴۰۹۳)

۴: بعض لوگ سود کی مختلف اقسام اور مشکوک مسائل کے بارے میں پوچھتے رہتے ہیں، اُن کی خدمت میں عرض ہے کہ سود کی ہر قسم سے مکمل اجتناب کریں اور مشکوک باتوں کو بھی چھوڑ دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا: اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹک جائے اور تُو یہ ناپسند کرے کہ لوگوں کو اس کا علم ہو جائے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۵۳، دارالسلام: ۶۵۱۶)

۵: سود کھانا اللہ اور اس کے رسول سے اعلانِ جنگ ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرہ (۲۷۹)

۶: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا، جسے عذاب ہو رہا تھا۔ یہ سودی شخص تھا۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۷۰۴۷)

حافظ زبیر علی زئی

اجماع، اجتہاد اور آثارِ سلف صالحین

۱) مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اس معیار کے دوسرے درجہ پر جہاں صحیح حدیث نبوی نہ پائی جاتی ہو، دوسرا معیار سلفیہ آثار صحابہ کبار و تابعین ابرار و محدثین اخیار ہیں، جس مسئلہ اعتقادیہ و عملیہ میں صریح سنت نبوی کا علم نہ ہو، اس مسئلہ میں اہل حدیث کا متمسک آثار سلفیہ ہوتے ہیں اور وہی مذہب اہل حدیث کہلاتا ہے، جس کو متون و شروح کتب حدیث و فقہ وغیرہ میں اہل حدیث سے منسوب کیا گیا ہے، اور جس قول کا قائل بجز اہل بدعت معتزلہ وغیرہ یا فلاسفہ یا متکلمین کوئی معلوم نہ ہو، اور سلف صالحین صحابہ و تابعین اور ان کے اتباع محدثین سے کسی ایک شخص سے بھی وہ قول مروی و منقول نہ ہو، وہ مذہب اہل حدیث نہ ہوگا۔'' (تاریخ اہلحدیث ج ا ص ۱۵۷، از قلم ڈاکٹر محمد بہاؤالدین)

۲) ''اہلِ حدیث وہ ہے جو اپنا دستور العمل والاستدلال، احادیث صحیحہ اور آثار سلفیہ کو بناوے اور جب اس کے نزدیک ثابت و محقق ہو جائے کہ ان کے مقابلہ میں کوئی معارض مساوی یا اس سے قوی نہیں پایا جاتا تو وہ ان احادیث و آثار پر عمل کرنے کو مستعد ہو جاوے اور اس عمل سے اس کو کسی امام یا مجتہد کا قول بلا دلیل مانع نہ ہو۔'' (تاریخ اہلحدیث ج ا ص ۱۵۱)

۳) مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ہاں ہم اجماع و قیاس کو اسی طرح مانتے ہیں جس طرح ائمہ مجتہدین مانتے تھے۔'' (آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی ص ۶۴)

۴) مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''ائمہ سنت کے نزدیک بنیادی اصول چار ہیں۔ تمام دینی مسائل میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ قرآن سنت، اجماع امت اور قیاس۔ ان میں بھی اصل قرآن اور سنت ہے۔ اجماع اور قیاس کا ماخذ بھی قرآن اور سنت ہے کتاب و سنت کے خلاف نہ اجماع ہو سکتا ہے اور نہ قیاس۔ قرآن اور سنت اور دونوں کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔''

(معیار الحق کا پیش لفظ ص ذ، دوسرا نسخہ بتحقیق مولانا محمد یحییٰ گوندلوی رحمہ اللہ ص ۱۲)